ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور
پاکستان

اندھے اکثر ـــــ بینا کوئی

جس احکم الحاکمین نے سب کچھ بنایا ہے، اس کا انکار یا اس کا شریک بنانا یہ اندھاپن ہے ــــــ فرشتہ خود مخلوق ہے ــــــ

خالق وہی ہو سکتا ہے جو لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ۔ (نہ کسی کو جنے، نہ وہ جنا گیا ہو) مشرک، کافر اور نفاق اعتقادی والے منافق اندھے ہیں۔

بینا وہ ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اگر انسان سات کوٹھڑیوں میں مقفل ہو کر نیکی یا گناہ کرے گا تو اس کی نیکی کی جزا اور گناہ کی سزا مل جائے گی۔ وہ پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ کس نیکی کی جزا اور کس گناہ کی سزا ملی ہے۔

جو بینا ہیں ان کے ہاتھ اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں اٹھتے، وہ اللہ کے سوا کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، وہ ہر ضرورت کیلئے اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عقلمند، بینا اور نفع اٹھا اٹھانے والا بنائے۔ اور پاگل نابینا اور خائب و خاسر ہونے سے بچائے، آمین یا الٰہ العالمین۔

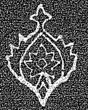
اقتباس تقریر مجلس ذکر ۹ فروری سنہ ۱۹۵۶

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

بانی

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ



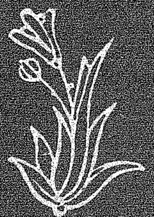
مدیر اعلیٰ

مولانا عبید اللہ انور

امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر

مجاہد الحسینی



جلد نمبر ۱۸ — شمارہ نمبر ۳۰

قیمت فی شمارہ - ۳۵ پیسے

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

۱۵ ذیقعد سنہ ۱۳۹۲ ہجری

۲۲ دسمبر سنہ ۱۹۷۲ عیسوی

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جو زوجۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں

آپ کا نام رملہ اور ایک روایت کے مطابق ہند، اور کنیت ام حبیبہ ہے۔ آپ مکہ کے مشہور سردار ابوسفیانؓ بن حرب کی بیٹی اور جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کی بہن ہیں۔ آپ کا نسب قصی بن کلاب پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک سے مل جاتا ہے۔ جس طرح آپ دادیال کی طرف سے نہایت شریف تھیں اسی طرح ننھیالی رشتہ سے بھی بہت زیادہ معزز اور باعظمت شمار کی جاتی تھیں۔ کیونکہ آپ کی والدہ صفیہ بنت العاصؓ ہیں۔ جن کا قبیلہ عرب کے اندر شرافت اور نجابت کے اعتبار سے چوٹی کے قبائل سے گنا جاتا تھا اور جن کے آگے بڑے بڑے قبائل کے سردار اپنا سرِ نیاز خم کرتے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت اکثر روایات کے مطابق مکہ معظمہ میں آپ کے والد ابوسفیان بن حربؓ کے گھر ہوئی اور وہیں خاندان کے رسم و رواج کے مطابق تعلیم و تربیت بھی ہوئی۔ یوں تو تمام بچوں کے لیے عہد طفولیت لازمی اور ضروری ہے اور ہر ایک کا زمانہ اپنے اپنے اعتبار سے اپنے اندر ایک خاص کشش اور معصومیت رکھتا ہے مگر اس چیز میں جو نمایاں حیثیت حضرت ام حبیبہؓ کو حاصل تھی، بہت کم بچوں کو نصیب ہوئی ہوگی، شجاعت اور بہادری عرب کا خاصا تھا اور اس چیز میں آپ کے خاندان کو جو امتیاز اور فوقیت حاصل تھی وہ اوروں کو نہیں تھی۔ آپ چونکہ اس ماحول کے اندر پلیں اور پرورش پائی تھیں اس لیے آپ کے اندر بھی یہ وصف نمایاں طور پر موجود تھا۔

چنانچہ آگے چل کر آپ سے شجاعت اور بہادری کے ایسے ایسے واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے مردوں نے بھی آپ کا لوہا مان لیا۔ قدرت نے اور تمام محاسن کے ساتھ ہی ساتھ حسنِ صورت اور سیرت کے انمول جواہر سے بھی آپ کے دامنِ حیات کو مالا مال کیا آپ کے اخلاق کریمہ بچپن ہی سے اس قدر وسیع اور عظیم الشان تھے کہ بیک نظر جو شخص آپ کو دیکھتا آپ کا گرویدہ بن جاتا اور مدت تک آپ کے شریفانہ اور کریمانہ اخلاق کا اثر اس کے دل سے نہ نکلتا۔ بچپن کا زمانہ گذر کر جب شباب کے عہد میں قدم رکھا تو آپ کے والدین کو آپ کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی اور ایک مدت تک تلاش اور جستجو کے بعد عرب کے مشہور قبیلہ بنو اسد کے ایک نوجوان سردار عبداللہ بن جحشؓ سے آپ کی شادی کردی گئی۔ شادی کے بعد آپ اپنے محبوب شوہر کے گھر چلی آئیں اور یہاں بھی اپنے بہترین اخلاق اور بے مثال اوصاف کے وہ وہ جوہر کمالات دکھلائے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں دیکھنے والوں کے دلوں میں اپنا گھر کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ بڑے نیک اور پاک طینت بزرگ تھے یوں تو آپ بہت سے اوصاف محمودہ کے حامل تھے مگر سب سے زیادہ جو صفت آپ کے اندر غالب تھی وہ قبول حق اور استقامت علی الحق کی تھی کہ ایک بار حق بات قبول کرنے کے بعد پھر اس سے روگردانی کا نام تک نہ جانتے تھے خواہ اس چیز میں انھیں جس قدر بھی تکالیف اور مصائب کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑتا۔ چنانچہ آپ کی حیات طیبہ کا شروع سے آخر تک مطالعہ کر جائیے تو آپ کو ان کی ساری زندگی انھیں مستم کے واقعات سے پُر اور لبریز ملے گی۔

شادی ہوئے ابھی ایک عرصہ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ حرا کے غاروں سے رسالت اور نبوت کا آفتاب اپنی پوری تابانی کے ساتھ عالم کے تاریک ذروں کو مطلع الانوار بنانے کے لیے طلوع ہوا اور فاران کی چوٹیوں سے توحید اور رسالت کی صدائیں آنے لگیں۔ لوگوں نے ان کو جھٹلایا، قبیلہ والوں نے ان کی تکذیب کی شہر کے جوانوں نے ان کو فنا و برباد کرنے کا بیڑہ اٹھایا، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں نے اس کی مخالفت اور شدید مخالفت پر کمربستہ ہوتے مگر چند خوش نصیب اور اللہ والوں نے اس پرشور و شر زمانے میں بھی اس سچی آواز پر لبیک کہا اور دل و جان سے اس پر مرنے اور مٹنے کے لیے تیار ہوگئے۔

منجملہ ان چند خوش نصیبوں سے حضرت ام حبیبہؓ اور ان کے نیک دل شوہر حضرت عبداللہ بھی ہیں کہ جنہوں نے مشرکانہ اور ملحدانہ صداؤں کی مخالفت کرتے ہوئے حقانی اور ربانی پیام کے آگے تن من دھن سے گردنِ اطاعت خم کی۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

اسلام لانے کے بعد اب سینکڑوں اعزا اور اقربا اور مرنے مٹنے والے عقیدت مندوں کے بجائے اس دنیا میں سوائے خدا اور رسول کے اور بے یار و مددگار نفس کے اور کوئی نہ تھا ہزاروں اور لاکھوں کی دولت کے بجائے فقر اور فاقہ ان کا سرمایۂ زندگی تھا وہ وطن جہاں یہ پلے اور پرورش پائے تھے اور جہاں ان کے رعب و دبدبہ کا سکہ جما ہوا تھا آج وہی ان کے خون کا پیاسا اور ان کی عزت و آبرو کا خواہاں تھا۔ الغرض عجیب کس مپرسی اور افلاس و زبوں حالی کا زمانہ تھا کہ کھانے کو دانہ نہ تھا، پہننے کو کپڑا نہ تھا اور نہ رہنے کا مکان تھا بس رنج و غم اور الم و مصیبت ہی ان کے ہمنوا اور دنیاوی سہارا تھے۔

اسی تکلیف اور مصیبت میں ایک مدت گذر گئی۔ مگر راہِ ہدایت سے انھوں نے سر مو تجاوز نہ ہونے کا نام نہ لیا اور نہایت پامردی اور ثبات قدمی اور خلوص و اخلاص سے اسلام پر جمے رہے۔

تکلیف اور مصیبت کی جب حد ہوگئی اور کوئی ظلم و ستم ایسا نہیں بچا جو ان غریبوں اور بے کسوں پر نہ توڑ لیا گیا ہو تو اللہ جل جلالہٗ کے یہاں سے حکم آیا کہ یہ مصیبت زدہ شیدایان اسلام حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں وہاں کے بادشاہ نجاشی کے ہاں ان کو امن و امان ملے گی۔ حکم ربانی کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہجرت کا حکم دیا اور انہیں کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر کے وطن مالوف کو الوداع کہتے ہوئے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئیں۔ ان تمام آزمائشوں کے باوجود قدرت کو ایک اور آزمائش کرنا ابھی باقی رہ گئی تھی یعنی وہاں پہنچنے کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ کے محبوب اور سچے رفیق حیات حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) مگر الحمد للہ کہ وہ اس میں بھی پوری اتریں۔ اور زبان پر اُف تک نہ لائیں۔ شوہر کی وفات کے بعد ایک روز آپ نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی آپ کو بلا رہا ہے آپ نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوگا۔

خواب سچا نکلا اور اس کے چند ہی روز کے بعد ایک عورت نے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیامِ عقد سنایا اس سے آپ اس قدر خوش ہوئیں کہ اس عورت کو اپنا تمام زیور اتار کر دے دیا۔ حضرت خالد بن سعیدؓ آنحضرت کی طرف سے وکیل مقرر ہوئے نجاشیؓ نے مجلس عقد منعقد کی اور حضرت جعفر طیارؓ نے خطبۂ نکاح پڑھا اور سو مثقال چاندی پر نکاح ہوگیا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شرجبیل کو بھیج کر ان کو حبش سے بلا لیا اس وقت ان کی عمر تیس سال کی تھی اس مبارک عقد میں آنے کے بعد اسلام کی اس قدر آپ نے خدمت کی کہ چند ہی دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کر جانے کے بعد آپ نے اپنی ساری عمر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے وقف رکھی اور ہر ممکن طریقے سے اسلام کی خدمت نہایت خلوص سے کرتی رہیں بالآخر اللہ اور رسول کی اطاعت کی پیروی کرتے ہوئے اپنے بھائی حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت میں ۴۲ھ میں مدینہ میں انتقال فرمایا اور مسلمانوں کے عام قبرستان جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

خدام الدین

۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ

۲۲ دسمبر ۱۹۷۲ء

جلد ۱۸ شمارہ ۳۰

رئیس الادارہ

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور

مدیر

مجاہد الحسینی

مغربی پاکستان تشدد اور خانہ جنگی کی زد میں

کیا اس طرح ہم بنگالی مسلمانوں کو اپنے قریب لاسکیں گے

مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور ملتِ اسلامیہ کے زوال کی صورت میں جو صبر آزما حالات رونما ہوئے وہ دفعتًہ اور ناگہانی طور سے ہرگز سامنے نہیں آئے بلکہ ان حالات کی بنیاد ہمارے ملک کے بعض عاقبت نا اندیش اور ہوس اقتدار میں مدہوش سیاستدانوں نے اس وقت رکھدی تھی جب اگرتلا سازش میں غداری کے الزام میں گرفتار شیخ مجیب الرحمن کو اس پر عاید شدہ الزام کے فیصلے کے بغیر تشدد آمیز طریقہ اختیار کرکے اور گول میز کانفرنس سے بائیکاٹ کی دھمکی دے کر سابق صدر محمد ایوب خاں سے رہا کرایا تھا اور بعد ازاں یحیٰی خاں نے ایک طرف تو اسے چھ نکات کی اساس پر الیکشن کی اجازت دی، اور دوسری طرف مغربی پاکستان کی وحدت (ون یونٹ)، توڑنے کا فیصلہ کیا تھا۔

حالانکہ سابق صدر ایوب خاں نے مجیب الرحمن کی غداری کا مکمل ثبوت اور اگرتلا سازش کی پوری تفصیلات ان سیاست دانوں کے سامنے رکھ دی تھیں مگر بُرا ہو ہوس اقتدار کا کہ اس نے حقائق کو چشم ہوش سے دیکھنے کی مہلت ہی نہ دی؛ اور سابق محبّ وطن صدر ایوب خاں کی کسی بات پر کان دھرنے کو تیار نہ ہوتے۔

ایوب خاں کے خلاف تشدد آمیز ایجی ٹیشن اور افراتفری جب ہمہ گیر ہوگئی تو ملک کا اقتدار یحیٰی خاں کے ہاتھ منتقل ہو گیا اور ایوب خاں کی فوجی آمریت کے خلاف مظاہرہ کرنے والے وہ سیاست دان یحیٰی خاں کی فوجی آمریت کے ہمنوا ہوگئے۔ حتیٰ کہ یحیٰی خاں کو ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا کھیل کھیلنے کی نہ صرف مکمل آزادی عطا کی بلکہ جماعت اسلامی کی طرف سے اسے اسلامی آئین کے نفاذ کا ہیرو قرار دیا گیا اور اس کی وطن دشمن سرگرمیوں کو شیلٹر بھی دیا گیا۔

مزید برآں یہ کہ سابق صدر مملکت یحیٰی خاں نے چھ نکات کی بنیاد پہ کامیاب ہونے والے مشرقی پاکستان کے رہنما شیخ مجیب الرحمان کو پاکستان کا وزیر اعظم قرار دینے کے باوجود جمہوری طریق کے مطابق نہ صرف یہ کہ اسے اقتدار منتقل نہ کیا بلکہ وہاں کے عوام کو بھی تشدد کا نشانہ بنا کر اس حد تک مشتعل اور برانگیختہ کیا کہ وہ انتقامی طور پہ بغاوت پر آمادہ ہوگئے۔

مشرقی پاکستان کے سات کروڑ مسلم اکثریت کی آبادی اگر مغربی پاکستان کے ساتھ رہنا چاہتی تو بھارت اور روس اپنی پوری طاقت صرف کرنے کے باوجود بنگلہ دیش قائم کرنے میں ہرگز کامیاب نہ ہوسکتے تھے۔

بہرحال مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی بنگلہ دیش کی صورت حال سے مختلف نہیں ہے یہاں بھی لاقانونیت، تشدد، زور آزمائی اور فتنہ گری اپنے شباب پر ہے۔ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں صدر مملکت جناب ذوالفقار علی بھٹو نے واضح الفاظ میں بار بار یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ ملکی سالمیت ملکی مفادات اور عوام کے فیصلے کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ بایں ہمہ ہمارے شکست خوردہ سیاست دان ہیں کہ تشدد آمیز طریقوں، ہنگاموں، مظاہروں کے ذریعے ملک کو افراتفری کا شکار بنانے پر مُصر ہیں اور ایک جمہوری طریقہ سے برسر اقتدار آئی ہوئی جماعت کو نہ تو داخلی طور سے کام کرنے کی مہلت دینا چاہتے ہیں اور نہ ہی خارجہ پالیسی میں کوئی وقار اور استحکام پیدا کرنے کا موقع۔!

پہلے صوبہ سندھ میں زبان کے مسئلہ پر خون خرابہ ہوا پھر سرحد اور بلوچستان میں اور اب پنجاب میں لاقانونیت اور تشدد نے ایسی راہ اختیار کرلی ہے کہ اگر ہمہ گیر ہوگئی تو خانہ جنگی تک پہنچنے کا احتمال ہے کیونکہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کے سوال پر مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں کی آبادی ہم آہنگ اور متحد و متفق نہیں ہے رہتے کہ سرحد، بلوچستان اور سندھ کے لوگ اس مسئلہ پر منقار زیر پر کا مصداق دکھائی دیتے ہیں اور اس عنوان پر صرف پنجاب میں ہی زیادہ اضطراب دکھائی دیتا ہے۔ اس اضطراب کے اسباب و محرکات خواہ کچھ ہی ہوں اور اس کی ذمہ داری بعض ارباب اقتدار پر ہو یا حزب اختلاف پر۔ بہر نوع یہ کہنا پڑے گا کہ خصوصیت کے ساتھ پنجاب میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ موجودہ نازک و ناگفتنی حالات میں کسی طرح بھی مفید اور مناسب نہیں۔

کیا معصوم طالب علموں کو ہنگامہ خیزی پہ آمادہ کرنا، تعلیم سے ان کی توجہ ہٹانا، ان پہ بلاوجہ لاٹھی چارج، وکلاء کے خلاف فائرنگ اور لاقانونیت کا مظاہرہ، کیا ان صورتوں میں جنگی قیدیوں کی رہائی کے لیے راہ ہموار ہوجائے گی؟ کیا اس طرح بنگلہ دیش دوبارہ مغربی پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کے لیے تیار ہوسکے گا۔ آخر جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ اس کا فائدہ کسے پہنچے گا؟

ہر شخص اپنے گریبان میں جھانکے اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ فیصلہ کرے کہ سقوط ڈھاکہ کے بعد مغربی پاکستان نے اپنے محبوب خطۂ وطن مشرقی پاکستان کے عوام کو اپنا گرویدہ بنانے اور ان میں الفت و محبت کے جذبہ کو ابھارنے کیلئے ہم نے

کیا کچھ کیا ہے ؟ اور جنگی قیدیوں کو بھارت کے ظالمانہ چنگل سے نجات دلانے کے لیے اندرونِ ملک ہم نے کونسی موثر تحریک شروع کی ہے جس سے بھارت کا ظالمانہ شکنجہ ڈھیلا پڑ جائے۔

پاکستان نے سفارتی محاذ پر بیرونی دنیا میں جو کامیابی حاصل کی ہے۔ اندرون ملک کی گڑبڑ، خلفشار اور افراتفری ان کی کامیابیوں پر پانی نہ پھیر دے گی ؟ اور اس کی موجودگی میں پاکستان کا وقار کس طرح بلند ہو سکے گا ؟ اس کا نتیجہ بالآخر یہی نکلے گا کہ مغربی پاکستان بھی خانہ جنگی کے جہنم میں گر جائے ! اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہی ایسی خطرناک صورتِ حال سے ہمارے محبوب وطن پاکستان کو محفوظ و مصئون رکھے۔

• کیا انڈونیشیا اسلامی ملک نہیں ؟

(اف پ)، کی خبر کے مطابق انڈونیشیا کے وزیر خارجہ آدم ملک نے کہا ہے کہ ان کی حکومت اس وقت تک اسلامی ملکوں کی کانفرنس کے منشور کی توثیق نہیں کرے گی جب تک اس امر کی وضاحت نہ کر دی جائے کہ انڈونیشیا اسلامی ملک نہیں ہے۔ انھوں نے یہ بات پریس کانفرنس میں بتائی۔

سعودی عرب کے سفیر نے انڈونیشیا سے اسلامی ملکوں کے وزراء خارجہ کی کانفرنس کے منشور کی توثیق کی درخواست کی تھی۔ ڈاکٹر ملک نے کہا کہ اگرچہ انڈونیشیا کے عوام کی اکثریت مسلمان ہے لیکن اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ انڈونیشیا اسلامی ملک نہیں۔ (امروز لاہور ۱۴ر دسمبر ۷۲ء)

یہ ہے اس انڈونیشیا کی صحیح تصویر جسے جماعت اسلامی کے راہنماؤں نے اسلام کے مقدس نام کے ساتھ برسر اقتدار لانے کے لیے خوب حقِ نمک ادا کیا تھا اور جس کی خاطر مودودی صاحب سے لے کر ان کے ادنیٰ کارکنوں تک نے انڈونیشیا کے سابق مسلمان صدر حافظ عبدالرحیم سوئیکارنو اور وہاں کے علماء کرام، کو کمیونسٹ قرار دے کر ان کے خلاف نفرت وحقارت کی فضا قائم کی تھی اور اس طرح قریباً تین لاکھ فرزندانِ اسلام کو شہید کر کے انڈونیشیا میں عیسائی مشنریوں کو فروغ کے اسباب فراہم کیے تھے۔

چنانچہ آج ملاحظہ فرمایئے کہ انڈونیشیا کا عیسائی وزیر خارجہ آدم ملک اپنے ملک کے غیر اسلامی ہونے کا واضح اعلان کر رہا ہے۔

کیا فرماتے ہیں مودودی صاحب اور ان کی جماعت انڈونیشیا کے غیر اسلامی ملک ہونے کے بارے میں ؟!

پاکستان کے موجودہ صدر مملکت جناب ذوالفقار علی بھٹو کے بارے میں بھی اس نوعیت کا گمراہ کن پراپیگنڈہ کر کے انہیں ان کی جماعت اور ان کے

۲۹ر دسمبر — یوم اسلامی نظام

قائد جمعیت، وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد جناب مفتی محمود نے تمام سیاسی پارٹیوں سے ۲۹ر دسمبر کو دستور ساز اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر "یوم اسلامی نظام" منانے کی اپیل کی ہے اور جمعیۃ کے تمام ارکان کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقے کے ممبرانِ اسمبلی سے ملاقاتیں کریں، جلسے کریں اور خطبائے کرام خطبات جمعہ میں اسلامی نظام کی اہمیت سے عوام کو آگاہ کریں۔

ہمنوا علماء کو سوشلسٹ اور کمیونسٹ قرار دیا تھا لیکن وہی بھٹو آج پاکستان کو اسلامی جمہوری مملکت، اس کا مذہب اسلام قرار دے رہا ہے۔ ایسے شخص کے خلاف ہنگامہ خیزی اور افراتفری کے بعد جماعت اسلامی اور مودودی صاحب کہیں پاکستان میں بھی کسی آدم ملک کے لیے راہ ہموار تو نہیں کر رہے ؟ جو یہاں برسر اقتدار آنے کے بعد ایک اچھے خاصے اسلامی ملک کو غیر اسلامی ملک قرار دینے کا اعلان کرے۔!

عوام الناس کو پوری ہوشمندی کے ساتھ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کی اسلام دشمن اور خلاف مملکت سرگرمیوں کا جائزہ لینا چاہیے اور پاکستان کو انڈونیشیا بنانے کی دھمکی دینے والوں سے ہمہ وقت ہوشیار رہنا چاہیے۔

• سفید کاغذ کی نایابی

سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد مغربی پاکستان کاغذ کی کمیابی بلکہ نایابی کا بری طرح شکار ہوا اور نوبت ایں جا رسید کہ اخباری کاغذ تو پرمٹوں کے ذریعے تقسیم ہونے لگا لیکن کتابوں کی طباعت و اشاعت کے لیے پہلے کاغذ آسانی کے ساتھ دستیاب ہو جاتا تھا خواہ وہ نوشہرہ اور لاہور ہی کا تیار شدہ کیوں نہ ہو۔ لیکن یکایک ۲۰ x ۳۰ سائز کا سفید کاغذ تیس چالیس روپے سے ساٹھ روپے رم تک پہنچ گیا ہے۔ اکثر ناشروں کی مطبوعات کی کاپیاں پلیٹوں پر لگ چکی ہیں لیکن کاغذ اچھی حالت میں ساٹھ روپے رم بھی دستیاب نہیں ہو رہا ہے۔ اندریں حالات ارباب حکومت و اختیار کو چاہیے کہ وہ نہایت ضروری اور اہم نوعیت کی کتابوں کی طباعت و اشاعت کے لیے سفید کاغذ کی فراہمی کے لیے بھی کوٹہ سسٹم رائج کریں تاکہ اہم کتب بروقت طبع ہو سکیں اور ناشرین کو کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

نعت

حافظ سرفراز احمد سلیمی
گوجرانوالہ

طلب نہیں ہے زمانہ میں اور اشیا کی
مرے لیے تو مدینے کا جام کافی ہے

فضول ہیں یہ ہزاروں ہی شوخ تحریریں
سکوں کے واسطے احمدؐ کا نام کافی ہے

جناں کا باغ مبارک رہے تجھے زاہد!
میرے لیے تو وہ دار السلام کافی ہے

رہِ حیات کی واللہ روشنی کے لیے
رسول پاکؐ! تمہارا پیام کافی ہے

سلیمیؔ غیر کے در پر بھلا میں کیوں جاؤں
مرے لیے درِ خیر الانام کافی ہے

اجتماع
جمعۃ المبارک
۸ر دسمبر ۱۹۷۲ء

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

بیت اللہ

- مرکز عبادت
- مقام ہدایت
- نشان اتحاد

حضرت مولانا عبید اللہ انور جانشین شیخ التفسیر کا خطاب

کاش! ملت اسلامیہ اپنی قیادت و سیاست میں اجتماعیت برقرار رکھ سکتی

مرتب:- عبدالرشید انصاری، لائلپور

الحمد للہ و ... علی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم
قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ (آل عمران)

کہدو اللہ نے سچ فرمایا ہے پس آپ ابراہیم کے تابع ہو جاؤ جو ایک ہی کے ہو گئے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے بیشک لوگوں کے واسطے جو سب سے پہلا گھر مقرر ہوا یہی ہے جو مکہ میں برکت والا ہے اور جہان کے لوگوں کے لیے راہ نما ہے۔

اسلام نے اپنے پیروؤں پر جو احکام فرض کیے ہیں ان سے مقصود اصلاح و درستگی، مفادِ عامہ اور ضبط و اتحاد ہے "فریضۂ حج" اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے، جیسے کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، یا زکوٰۃ کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے ایسے ہی فریضۂ حج کے منکر کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

شریعتِ اسلامیہ میں نویں ذوالحجہ کو طلوعِ فجر سے غروب آفتاب تک میدان عرفات میں ٹھہرنے کو حج کہا جاتا ہے اور میدان عرفات کو میدان عرفات اس لیے کہتے ہیں کہ سیدنا آدم علیہ السلام وعلیٰ نبینا اور حضرت حوا کی جنت سے نکالے جانے کے بعد دوبارہ اس میدان میں ملاقات ہوئی اور باہم ایک دوسرے سے متعارف ہوئے تھے۔

اسی طرح سعودی عرب کا مشہور شہر جدہ "جدّ" دادا کی طرف منسوب ہے۔ مشہور یہ ہے کہ موجودہ شہر سے چند میل دور حضرت آدم اور حضرت اماں حوا کی قبریں ہیں ۱۹۴۷ء میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جب پہلی بار مجھے حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول زاد اللہ شرفہا کی سعادت نصیب ہوئی تو مجھے یاد ہے اس وقت لوگ ان مقدس قبروں کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے لیکن اب شاید کوئی مستند روایت نہ ہونے کی بنا پر یہ نشانات ختم کر دیئے گئے ہیں۔

بہر حال یہ مقدس مقامات اس لیے مقدس ہیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں نے برسوں اس کے نام کا ذکر کیا اور اللہ کے احکام کے مطابق اللہ کی رضاجوئی اور خوشنودی کے لیے زندگیاں گذاریں اور اس وجہ سے یہ مقامات قیامت تک خاص انوار و تجلیات الٰہی کے نزول کا مرکز بنے رہیں گے ان جگہوں پر دن رات رحمتوں کی بارش ہوتی ہے اور وہاں جانے والا کبھی خالی اور محروم واپس نہیں آسکتا۔

حدیث شریف میں ہے کہ بیت اللہ شریف کے طواف کے لیے دن رات فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یہ نورانی مخلوق اتنی کثیر ہے کہ جو فرشتہ ایک بار کعبۃ اللہ کا طواف کر لیتا ہے قیامت تک اس کی دوبارہ طواف کرنے کی باری نہیں آئے گی۔

دنیا میں سب سے زیادہ مقدس گھر جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہونے کے لیے تعمیر کیا گیا وہ کعبہ ہی ہے جو مکہ مکرمہ میں واقع ہے اس شہر کو ہزاروں سال پہلے بکہ کہا جاتا تھا بیت المقدس اور دنیا بھر کی عبادت گاہیں بیت اللہ شریف کے بعد تعمیر ہوئی ہیں۔ طوفان نوح میں دوسری عمارتوں کے ساتھ اللہ کا گھر بھی منہدم ہو گیا تھا اور جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے اپنے محبوب بیٹے اسمٰعیلؑ کے تعاون سے دوبارہ تعمیر کیا اور اس کی آبادی کے لیے بارگاہ خداوندی میں دعا کرنے کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے حکم پہ اپنی اہلیہ حضرت حاجرہ اور لختِ جگر اسمٰعیلؑ کو اپنے وطن "شام" سے اس بے آب و گیاہ صحرا میں چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے کعبہ کو ظاہری باطنی حسن اور معنوی خوبیاں بخشی ہیں اور اسے نوعِ انسانی کی تمام قوموں، امتوں اور ملتوں کے لیے ہدایت کا چشمہ قرار دیا۔ سطح ارضی پہ جہاں کہیں بھی کوئی برکت اور ہدایت پائی جاتی ہے وہ اسی دارِ مقدس کا فیض ہے۔ سید الانبیاء یہیں سے معراج کے لیے روانہ ہوتے تھے اور دنیا بھر کے خدا پرستوں کو اسی گھر کی جانب منہ کر کے اپنی تمام عبادتیں ادا کرنے کے لیے یہیں آنے کا حکم ہوا اور ذاتِ لم یزل کے جمال جہاں آرا کی تجلیات و انوار سے روح و قلب کو منور کرنے کے طالبانِ تشنہ کام کی پیاس ویسے بھی یہیں آکر ختم ہوتی ہے۔

بڑے سے بڑا انسان اس آستانۂ ہیبت و جلال الٰہی پر عجز و انکساری کی پیشانی جھکا دیتا ہے کعبۃ اللہ کو مرکز عبادت نہ ماننے والے لوگ ربِ کعبہ کی رضا و خوشنودی سے ہمیشہ محروم رہیں گے۔ ملتِ ابراہیمیؑ کعبہ کو اپنا مرکز عبادت اور نشان ہدایت مانتی ہے قرآن نے یہود و نصاریٰ کے اس اعتراض کو لغو اور بے ہودہ ثابت کیا کہ مسلمان چونکہ بیت المقدس کی نسبت کعبہ کو زیادہ مقدس مانتے ہیں اور اسی کو سجدہ گاہ حقیقی سمجھتے ہیں لہٰذا وہ دین ابراہیمی سے منحرف ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ کی تفسیر میں لکھا ہے:

مسلمانوں کے اس دعوے پر کہ ہم سب سے زیادہ ابراہیمؑ سے اشبہ و اقرب ہیں۔ یہودیوں کا یہ بھی اعتراض تھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے وطنِ اصلی عراق چھوڑ کر شام کو ہجرت کی، وہیں رہے وہیں وفات پائی۔ بعدہٗ ان کی اولاد شام میں رہی، کتنے انبیاءؑ اسی مقدس سرزمین میں مبعوث ہوئے سب کا قبلہ بیت المقدس رہا، کیا پھر تم حجاز کے رہنے والے جنہوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے اور سرزمین شام سے دور ایک طرف پڑے ہو کس منہ سے دعوے کر سکتے ہو کہ ابراہیمؑ و ملتِ ابراہیمؑ سے تم کو زیادہ قرب و مناسبت حاصل ہے اس آیت میں معترضین کو بتلایا گیا کہ بیت المقدس وغیرہ مقاماتِ مقدسہ تو بعد میں تعمیر ہوئے ہیں دنیا میں سب سے پہلا متبرک گھر جو لوگوں کی توجہ الی اللہ کے لیے مقرر کیا گیا اور ربط رابطۂ عبادت گاہ اور نشانِ ہدایت کے لیے بنایا گیا وہ یہی کعبہ شریف ہے جو اس مبارک شہر مکہ معظمہ میں واقع ہے۔

جناب رسالت مآب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز میدان محشر یہی میدان عرفات ہوگا۔ میں سوچا کرتا تھا اور حیران ہوتا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والی پوری نسل انسانی کے تمام افراد کس طرح اس میدان میں سمائیں گے۔ پھر کعبہ کی شرافت و مرکزیت پر غور و فکر کے بعد یہ بات مجھے یوں سمجھ آئی کہ اس بابرکت خطہ کو بیت اللہ شریف کی بدولت جو شرافت و بزرگی اور اولیت و مرکزیت حاصل ہے وہی روزِ قیامت میں بھی برقرار رہے گی۔ غرض

(باقی صفحہ [illegible] پر)

ناقابلِ فراموش　　شاھد

سبھاش بوس کا فرار

حکیم عبدالسلام ہزاروی کی یادداشت سے ایک ورق

۱۹۳۰ء میں پشاور کے قصہ خوانی بازار میں فائرنگ سے بڑی تعداد میں حریت پسند جاں بحق اور زخمی ہو گئے انگریز حکمرانوں کی اس وحشیانہ کارروائی سے سارے ہند میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ کانگرس نے اس سانحہ کی تحقیقات کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی جس میں اس زمانہ کی مرکزی اسمبلی کے سپیکر وجے بھائی پٹیل اور مفتی کفایت اللہؒ کو بھی شامل کیا گیا تھا۔

پچھلے دنوں حکیم عبدالسلام صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے اپنی طویل سیاسی زندگی کے بے شمار دلچسپ واقعات سنائے۔ مگر کانگرس سے اپنی وابستگی، دس بارہ برس تک اپنی قید و بند کی روئداد اور لاتعداد سیاسی معرکوں کی تفصیل بتاتے ہوئے انہوں نے کسی مرحلہ پر بھی مسلم لیگی قیادت کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا۔ حکیم صاحب نے یہ بات بہت زور دے کر کہی۔ "کانگرس کو انگریز سے متصادم کرنے کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے۔ سیاسی لحاظ سے ہندو کو انتہا پسند ہونے کی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ وہ تعلیم، ملازمتوں، تجارت۔ غرضیکہ ہر شعبے میں مسلمانوں سے بہت آگے بڑھ چکے تھے! اور کوئی مراعات یافتہ طبقہ خطر پسند نہیں ہوا کرتا۔ کانگرس کے ہندو رہنما کامل آزادی کی بجائے محض درجہ نوآبادیات (ڈومینین سٹیٹس) سے مطمئن تھے۔ ان کے مقابلہ میں کانگرس کے مسلمان رہنما مکمل آزادی کے طالب تھے۔ مولانا آزادؒ، مفتی کفایت اللہؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کا جماعت پر اخلاقی اثر اتنا زیادہ تھا کہ انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں نے اکثر یہی دیکھا کہ کوئی بڑے سے بڑا ہندو کانگرسی رہنما بھی آتا تو گاندھی اس کی تعظیم کے لیے اٹھنے کی ضرورت کبھی محسوس نہیں کرتے تھے لیکن جب مولوی حسین احمد مدنیؒ اور مفتی کفایت اللہؒ جیسے رہنما تشریف لاتے تو گاندھی جی فوراً اٹھ کھڑے ہوتے۔ کانگرس میں عام مسلمانوں نے ایثار و قربانی اور جوش و جذبہ کی جو روایات قائم کیں ان کی وجہ سے ہی کانگرس میں انقلابی روح پیدا ہوئی۔ اور جو ہندو انگریز حکمرانوں سے مفاہمت کے راستے پر گامزن ہو کر آگے بڑھنا چاہتے تھے، وہ مسلمانوں کے کردار سے متاثر ہو کر انگریز سے لڑنے پر بھی آمادہ ہو گئے۔

میں نے سبھاش بوس کی شخصیت، خیالات اور کردار کے بارے میں سوال کیا تو حکیم صاحب نے بتایا۔ سبھاش چندر بوس غالباً ۱۹۳۸ء میں آل انڈیا کانگرس کے صدر منتخب ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی سیاسی تربیت سی آر داس جیسے عظیم رہنما سے حاصل کی تھی جو صحیح معنوں میں نیشنلسٹ تھے۔ وہ فرقہ وارانہ تنگ نظری سے بالکل متاثر نہیں تھے اور تعمیری ذہن رکھتے تھے۔ صدر کے عہدہ پر فائز ہوتے ہی کانگرس کے دوسرے ہندو رہنماؤں سے سبھاش کے اختلافات منظرِ عام پر آ گئے۔ وہ کامل آزادی کی منزل تک فوراً بڑھنا چاہتے تھے۔ انگریز کی ڈپلومیسی کو پوری قوت کے ساتھ ناکام بنا کر انہیں ملک سے نکالنے کے خواہاں تھے اور فرقہ وارانہ بنیادوں پر سوچنا ایک جرم تصور کرتے تھے سبھاش کے مقابلہ میں بیشتر کانگرسی لیڈر انگریزی کی مصلحتوں سے متاثر تھے۔ مجھے شبہ ہے کہ سردار پٹیل اور جے رام داس وغیرہ برطانوی ڈپلومیسی کے اثرات قبول کرتے تھے اور پھر کانگرس میں فرقہ وارانہ بنیادوں پر سوچنے والوں کی بھی کوئی کمی نہیں تھی۔ چنانچہ سبھاش اور دوسرے ہندو کانگرسیوں میں اختلافات بڑھتے گئے۔

حکیم صاحب نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ "سردار پٹیل کا گروپ سبھاش بوس کے خلاف پوری طاقت سے میدان میں آ گیا۔ ۱۹۳۹ء میں سبھاش کانگرس کمیٹی کے اجلاس کی صدارت کر رہے تھے ان دنوں وہ خاصے بیمار تھے۔ اس اجلاس میں پٹیل گروپ نے سبھاش کے خلاف عدم تعاون کی تحریک پیش کر دی جو معمولی اکثریت سے منظور ہو گئی۔ سبھاش بھی آسانی سے ہتھیار ڈالنے والے نہیں تھے۔ انہوں نے فارورڈ بلاک کی بنیاد رکھ دی۔ میرے ساتھ ان کے گہرے مراسم تھے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے بھی فارورڈ بلاک میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ مگر میں نے یہ دعوت اس لیے قبول نہ کی۔ کیونکہ میں اپنے صوبے میں اس بلاک کو کامیاب بنانا بڑا مشکل کام خیال کرتا تھا۔ ویسے بھی میرا نقطہ نظر یہ تھا کہ کانگرس میں ایسی مسلمان شخصیتیں موجود ہیں جو ملک کو جلد از جلد آزادی دلانے کی حامی ہیں اور ان کی موجودگی میں بعض ہندو کانگرسیوں کی انگریز نوازی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ بہرحال فارورڈ بلاک میں شامل ہونے سے میرے انکار پر سبھاش بوس مجھ سے کچھ عرصہ ناراض بھی رہے لیکن بعد میں ناراضگی جاتی رہی۔ کیونکہ سبھاش کا خیال تھا کہ میرے اخلاص و حریت پسندی پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

سبھاش کا فرار

سوال: سبھاش بوس نے کچھ عرصہ بعد ہند سے فرار ہونے کا فیصلہ کیسے کیا؟

جواب: دراصل فارورڈ بلاک کو جو کارکن ملے وہ کانگرس کی منظم اور ذہین تحریک کا مقابلہ نہ کر سکے۔ چنانچہ سبھاش بوس نے ایک طرف کانگرس کی سیاست سے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی اور دوسری طرف انہوں نے اپنے آپ کو کسی بہت بڑے انقلابی اقدام کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا۔ دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو جرمنی کی ابتدائی فتوحات نے بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح سبھاش بوس کو بھی یہ اندازہ لگانے کی ہمت دلائی کہ انگریز کو بہت جلد شکست ہو جائے گی انہوں نے پرانے تعلقات کی بنا پر مجھ سے بھی رابطہ قائم کیا۔ اور ملک سے چلے جانے کا عندیہ ظاہر کیا۔ میں نے انہیں یہ مشورہ دیا کہ ان کا ملک میں رہنا زیادہ مفید ہو گا۔ اس پر سبھاش نے مجھے یہ جواب دیا کہ انگریز بے حد ذہین ہے اور ممکن ہے وہ جنگ کو ایسی ڈگر پر لے جائے کہ یہ طول پکڑ جائے۔ اور پھر کامیابی حاصل کر کے ہمارے ملک پر بدستور مسلط رہے۔ اگر ایسا نہ بھی ہوا تو جاپان یا کوئی اور نئی طاقت ہمارے ملک پر مسلط ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں ہمیں ایک نئی جنگِ آزادی لڑنی پڑے گی۔ لہٰذا اس مرحلہ پر ہمارے ایسے آدمی باہر ضرور ہونے چاہئیں جو کسی نئے فاتح کو ہند میں داخل نہ ہونے دیں۔ بلکہ خود سمجھوتوں کے بعد اپنے ملک کے نئے نظام کی بنیادیں رکھیں۔

میں سبھاش بوس کی اس دلیل سے چنداں متاثر نہ ہوا مگر انہیں ملک سے باہر بھجوانے میں امداد دینے پر آمادہ ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد دہلی میں ایک مشترک ہندو دوست (جو بنگالی تھا) کے مکان پر ایک ملاقات میں سبھاش کو تین ماہ کے اندر باہر بھجوانے کا سارا پروگرام تیار کیا گیا۔ اس پروگرام کے تحت پہلے تو اخبارات میں یہ اعلان کرا دیا گیا کہ سبھاش بوس سیاست سے ریٹائر ہو گئے ہیں۔ پھر یہ خبر شائع کرائی گئی کہ سبھاش سادھو بن گئے ہیں اور انہوں نے لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا ہے۔ ان خبروں کی اشاعت کے بعد سی۔ آئی۔ ڈی والے سبھاش کے بارے میں خاصے مطمئن ہو گئے۔ طے شدہ پروگرام کا اگلا حصہ یہ تھا کہ مشترک ہندو دوست دہلی تک سبھاش کو پہنچانے کی ذمہ داری پوری کریں گے۔ انہیں دہلی سے سنگ جانی تک لانے کا انتظام ہمارے سپرد کیا گیا۔ اس سٹیشن پر پسنجر ٹرین بھی ٹھہرتی تھی۔ ٹرین دو بجے رات اس ریلوے سٹیشن پر آ کر رکی۔ سبھاش نے اچکن پہن رکھی تھی۔ ہم نے سبھاش کو ٹرین سے اتارا اور چند روز بعد انہیں قبائلی علاقہ اسمس میں پہنچا دیا۔ جو سید اسمٰعیل شہیدؒ کی جماعت کے باقیماندہ

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

شانِ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کی روشنی میں

(از پروفیسر حافظ عبد المجید)

فضائلِ حضرت علیؓ

اہلسنت والجماعت کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ جماعت حقانی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ کو برحق سمجھتی ہے اہل سنت والجماعت جہاں خلفائے ثلاثہؓ کی حقانیت کے قائل ہیں وہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل وکمالات کے معتقد ہیں۔ اہل السنت والجماعت نہ تو خارجیوں کی طرح حضرت علیؓ کی شان کے منکر ہیں اور نہ روافض کی طرح خلفائے ثلاثہؓ کی خلافت کو ناجائز سمجھتے ہیں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار یہ واضح کیا ہے کہ اہلسنت والجماعت کی علامات میں جہاں شیخینؓ (یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ) کی افضلیت کا اقرار ایک بنیادی علامت ہے وہیں ختنینؓ (یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ) کی محبت بھی اہل السنت والجماعت کی ایک بہت بڑی علامت ہے حضرت مجددؒ تحریر فرماتے ہیں:

"شیخینؓ کی فضیلت اور ختنینؓ کی محبت اہلسنت والجماعت کی علامتوں میں سے ہے یعنی شیخینؓ کی فضیلت جب ختنینؓ کی محبت کے ساتھ جمع ہوجاتے تو یہ امر اہلسنت والجماعت کے خاصوں میں سے ہے"
(مکتوبات دفتر دوم مکتوب نمبر ۳۶)

نیز ارشاد فرماتے ہیں:

"ختنینؓ کی محبت کو بھی اہل سنت والجماعت کے شرائط میں سے شمار کیا گیا ہے" (ایضاً)

اور فرماتے ہیں:

"پس حضرت امیر (یعنی حضرت علی) رضی اللہ عنہ کی محبت اہل سنت والجماعت کی شرط ہے اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا اہل سنت سے خارج ہے اس کا نام خارجی ہے" (ایضاً)

اور جس طرح حضرت علیؓ کے ساتھ محبت نہ ہونا گمراہی ہے اسی طرح حضرت علیؓ کے ساتھ محبت میں غلو کرتے ہوئے دیگر اصحاب رسولؐ پر لعن طعن کرنا بھی ضلالت ہے۔ اس کے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا فرمان ہے:

جس شخص نے حضرت امیرؓ کی محبت میں افراط کی طرف کو اختیار کیا ہے اور جس قدر کہ محبت مناسب ہے اس سے زیادہ اس سے وقوع میں آتی ہے اور محبت میں غلو کرتا ہے اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحابؓ کو سب وطعن کرتا ہے اور صحابہؓ اور تابعینؒ اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق کے برخلاف چلتا ہے وہ رافضی ہے۔" (ایضاً)

اس افراط اور تفریط کے درمیان اہل سنت والجماعت کا مسلک مسلکِ اعتدال ہے چنانچہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

پس حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں رافضیوں اور خارجیوں کی اختیار کردہ افراط و تفریط کے درمیان اہل سنت والجماعت متوسط ہیں اور شک نہیں کہ حق وسط میں ہے اور افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرؓ نے کہا کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؓ تجھ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے۔ جن کو یہودیوں نے یہاں تک دشمن سمجھا کہ ان کی ماں پر بہتان لگایا اور نصاریٰ نے اس قدر دوست رکھا اور ان کو اس مرتبہ تک لے گئے جس کے وہ لائق نہیں تھے۔ یعنی ابن اللہ کہا۔

پس حضرت امیرؓ نے فرمایا کہ دو شخص میرے حق میں ہلاک ہوں گے ایک وہ جو میری محبت میں افراط کرے گا اور جو کچھ مجھ میں نہیں میرے لیے ثابت کرے گا۔ اور دوسرا وہ شخص جو میرے ساتھ دشمنی کرے گا۔ اور عداوت سے مجھ پر بہتان لگائے گا۔

پس خارجیوں کا حال یہودیوں کے حال کے موافق اور رافضیوں کا حال نصاریٰ کے حال کے موافق۔ کہ دونوں حق وسط سے ایک طرف جا پڑے ہیں وہ شخص بہت ہی جاہل ہے وہ اہل سنت وجماعت کو حضرت امیرؓ کے محبوں سے نہیں جانتا اور حضرت امیرؓ کی محبت کو رافضیوں کے ساتھ مخصوص کرتا ہے حضرت امیرؓ کی محبت رفض نہیں ہے بلکہ خلفائے ثلاثہ سے تبرّی اور بیزاری رفض ہے اور اصحاب کرام سے بیزار ہونا مذموم اور ملامت کے لائق ہے" (مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۳۶)

کیا حضرت علیؓ نے تقیہ کیا؟

جو لوگ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو برحق نہیں سمجھتے ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ نے خلفائے ثلاثہؓ کی خلافت کو صدقِ دل سے نہیں مانا بلکہ تقیہ کیا یعنی اوپر سے ان کی خلافت کو مان لیا دل سے نہیں مانا۔ یہ لوگ تقیہ کو بڑا ثواب کا کام سمجھتے ہیں۔ اور اس کے بہت سے فضائل بیان کرتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں تقیہ کے متعلق اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"اگر بالفرض حضرت امیرؓ کے حق میں تقیہ جائز بھی سمجھا جائے تو حضرت امیرؓ کے ان اقوال میں کیا کہیں گے۔ جو بطریق تواتر شیخینؓ کی افضلیت میں منقول ہیں۔ اور ایسے ہی حضرت امیر کے ان کلمات قدسیہ میں کیا جواب دیں گے جو ان کی خلافت و مملکت کے وقت خلفائے ثلاثہؓ کی خلافت کے حق ہونے میں صادر ہوئے ہیں کیونکہ تقیہ اسی قدر ہے کہ اپنی خلافت کی حقیقت کو چھپا لے اور خلفائے ثلاثہؓ کی خلافت کا باطل ہونا ظاہر نہ کرے لیکن خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے حق ہونے کا اظہار کرنا اور شیخینؓ کی افضلیت کا بیان کرنا اس تقیہ کے سوا ایک علیحدہ امر ہے جو صدق وصواب کے سوا کوئی تاویل نہیں رکھتا اور تقیہ کے ساتھ اس کا دور کرنا ناممکن ہے۔

نیز وہ حدیثیں حد شہرت کو پہنچ چکی ہیں متواتر المعنیٰ ہو گئی ہیں۔ جو حضرات خلفائے ثلاثہ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اور ان میں اکثر کو جنت کی بشارت دی گئی ہے ان حدیثوں کا جواب کیا کہیں گے کیونکہ تقیہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں جائز نہیں اس لیے کہ تبلیغ پیغمبروں پر لازم ہے۔

نیز وہ آیاتِ قرآنی جو اس بارے میں نازل ہوئی ہیں ان میں بھی تقیہ متصور نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو انصاف دے۔

دانا لوگ جانتے ہیں کہ تقیہ جبانت یعنی بزدلی اور نامردی کی صفت ہے۔ اسد اللہ کے ساتھ اس کو نسبت دینا نامناسب ہے بشریت کی رو سے ایک ساعت یا دو ساعت یا ایک دو دن کے لیے اگر تقیہ

جائز سمجھا جاتے تو ہو سکتا ہے اسد اللہ میں تیس سال تک اس بزدلی کی صفت کا ثابت کرنا اور تقیہ پر مصر سمجھنا بہت بُرا ہے اور جب صغیرہ پہ اصرار کرنا کبیرہ ہے۔ تو پھر بھلا دشمنوں اور منافقوں کی صفات میں سے کسی صفت پر اصرار کرنا کیسا ہوگا۔ کاش کہ یہ لوگ اس امر کی برائی سمجھتے۔ شیخینؓ کی تقدیم و تعظیم سے اس لیے بھاگ گئے ہیں کہ اس میں حضرت امیرؓ کی اہانت ہے۔ اور تقیہ اختیار کر لیا ہے۔ اگر تقیہ کی برائی جو ارباب نفاق کی صفت ہے سمجھتے تو ہرگز تقیہ کو جائز قرار نہ دیتے اور دو بلاؤں میں سے آسان کو اختیار کرتے بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ شیخینؓ کی تقدیم و تعظیم میں حضرت امیرؓ کی کچھ اہانت نہیں ہے۔ حضرت امیرؓ کی خلافت کی حقانیت بھی اپنی جگہ قائم ہے اور ان کی ولایت کا درجہ اور ہدایت و ارشاد کا رتبہ بھی اپنے حال پر ہے اور تقیہ کے ثابت کرنے میں نقص و توہین لازم ہے کیونکہ یہ صفت ارباب نفاق کے خاصوں اور مکاروں اور رذیلوں کے لوازم سے ہے۔"

(مکتوبات دفتر دوم مکتوب نمبر ۳۶)

حضرت مجددؒ رحمۃ اللہ کے ارشادات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تقیہ کی نسبت کس طرح بھی حضرت علیؓ کی طرف صحیح نہیں۔ حضرت علیؓ نے قطعاً تقیہ نہیں کیا، بلکہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو حضرت علیؓ برحق سمجھتے تھے۔ اگر حضرت علیؓ کے نزدیک خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق نہ ہوتی تو حضرت علیؓ اسی طرح اپنی جان تک قربان کر دیتے جس طرح حضرت حسینؓ نے اپنی جان قربان کر دی لیکن یزید کی خلافت کو برحق نہ کہا۔

حضرت علیؓ کے روحانی کمالات

حضرت مجددؒ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روحانی کمالات و مقامات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"حضرت علی مرتضیٰؓ کو نبوت و دعوت دونوں کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ سے خاص مناسبت ہے اور چونکہ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اس لیے یہ نسبت جہت نبوت کے ان میں ولایت کی جہت غالب ہے اور اسی مناسبت سے حضرت مرتضیٰ میں بھی ولایت کی جہت غالب ہے"

(مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱)

حضرت مجددؒ کے نزدیک حضرت صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اپنے اپنے مراتب کے مطابق بار نبوت کے حامل ہیں اور حضرت علی مرتضیٰؓ مناسبت عیسوی اور غلبہ جانب ولایت کی وجہ سے ولایت محمدی کے بار کے حامل ہیں اور حضرت عثمانؓ نبوت محمدی اور ولایت محمدی دونوں نسبتوں کے حامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ پر ولایت محمدی کی نسبت کا اثر غالب ہے اور اولیاء اللہ کے اکثر سلسلے ان ہی سے نسبت رکھتے ہیں اس سلسلہ میں حضرت مجددؒ فرماتے ہیں:-

"اور چونکہ حضرت علیؓ پر ولایت محمدی کا اثر غالب ہے اس لیے اولیاء اللہ کے اکثر سلسلے ان ہی سے نسبت رکھتے ہیں اور بہت سے ان اولیاء کرام پر جن کو صرف کمالات ولایت ہی سے حصہ ملا ہے حضرت امیرؓ کے کمالات حضرات شیخینؓ سے زیادہ ظاہر ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر شیخینؓ کی افضلیت پر اہل سنت کا اجماع نہ ہوتا تو ان اکثر اولیاء کا کشف حضرت علیؓ ہی کی افضلیت کا فیصلہ کرتا کیونکہ حضرات شیخینؓ کے کمالات انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے مشابہ ہیں اور ان ارباب ولایت کی دسترس وہاں تک نہیں ہے اور نیز ان کشف والوں کے کشف کی پرواز بھی ان پیغمبرانہ کمالات کی بلندی سے نیچے ہی نیچے ہے۔"

(مکتوبات نمبر ۲۵۱، دفتر اول)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقامات ولایت کے متعلق مزید فرماتے ہیں۔

"چونکہ حضرت امیرؓ ولایت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بوجھ کے حامل ہیں۔ اس لیے اقطاب ابدال اور اوتادوں کے مقام کی تربیت حضرت علیؓ کی امداد و معاونت کے سپرد ہے۔ اور یہ اولیاء، اولیائے عزلت کہلاتے ہیں۔ ان پر ولایت کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ قطب الاقطاب جسے قطب مدار بھی کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ کا قدم مبارک اس کے سر پر ہوتا ہے۔ قطب مدار حضرت علی کی حمایت و رعایت کے ذریعہ ہی اپنی ڈیوٹی انجام دیتا ہے اور اپنے عہدہ قطب مداریت کو سنبھال سکتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ اور حسنینؓ بھی اس کام میں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔"

(دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱)

نیز ارشاد فرماتے ہیں:-

"راہ ولایت کے ذریعے خداوند تعالیٰ تک پہنچنے والوں کے امام اور پیشوا اور اس گروہ اولیاء کے سردار اور ان اولیائے عزلت کے فیض و برکت کا منبع حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات مبارک ہے اور یہ منصب عظیم آپ ہی سے تعلق رکھتا ہے گویا اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علیؓ کے سر پر ہیں اور حضرت فاطمہؓ اور حسنینؓ بھی اس مقام میں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ میرا گمان ہے کہ دنیا میں تشریف لانے سے قبل بھی حضرت علیؓ اس مقام تربیت میں اقطاب و اوتاد وغیرہ کے ملجا و ماویٰ تھے جس طرح کہ بعد از پیدائش ملجا و ماویٰ ہیں اور جو بزرگ بھی قطبیت وغیرہ کے درجے پر فائز ہوتا ہے اور جس کسی کو جو فیض اور ہدایت ملتی ہے حضرت علیؓ کے وسیلہ اور واسطے سے ملتی ہے کیونکہ آپ اس کے نقطۂ انتہائی کے قریب ہیں۔ اور اس مقام کا مرکز آپ ہی سے تعلق رکھتا ہے۔" (ایضاً)

اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ نے تفصیل سے اس امر کا تذکرہ کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد یہ مقام ولایت حضرات حسنینؓ کو، پھر باقی ائمہ اثنا عشرہ کو۔ اور پھر چلتے چلتے حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ مقام ولایت حاصل ہوا اور آئندہ جس کو بھی فیض و ہدایت ملے گی حضرت غوث اعظمؒ کے وسیلہ سے ملے گی۔

ارشادات کا خلاصہ

حضرت مجددؒ کے مذکورہ مکتوبات میں حضرت مجددؒ نے حضرت علیؓ کے جو فضائل بیان کیے ہیں۔ ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

۱:- حضرت علیؓ کی محبت اہل السنت والجماعت کی علامات میں سے ہے۔

۲:- جو شخص حضرت علیؓ سے محبت نہیں رکھتا وہ خارجی ہے۔

۳:- جو شخص حضرت علیؓ کی محبت میں غلو کرے اور صحابہؓ کو برا بھلا کرے اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو برحق نہ سمجھے وہ رافضی ہے۔

۴:- حضرت علیؓ نے فرمایا دو شخص میرے حق میں ہلاک ہوں گے ایک محبت میں افراط کرنے والا اور دوسرا دشمنی کرنے والا۔

۵:- تقیہ کی نسبت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بالکل صحیح نہیں۔

۶:- تقیہ بزدلوں اور کمزوروں کا کام ہے اور حضرت علیؓ نہ بزدل تھے نہ کمزور، اس لیے وہ تقیہ کیسے کر سکتے تھے۔

۷:- حضرت علیؓ نے نہ صرف یہ کہ خلفائے ثلاثہؓ کی خلافت کو تسلیم کیا بلکہ بارہا حضرات شیخینؓ کے فضائل بھی بیان کیے۔ بھلا تقیہ سے یہ کیسے ممکن تھا۔

۸:- متواتر تیس سال تک تقیہ کیے رہنا کس طرح بھی قرین عقل نہیں۔

۹:- حضرت علی رضی اللہ عنہ میں مقام ولایت محمدی کی نسبت غالب ہے اس لیے اولیاء اللہ کے اکثر سلسلے حضرت علیؓ سے ہی نسبت رکھتے ہیں۔

۱۰:- تمام اقطاب، ابدال اور اوتادوں کے مقام کی تربیت حضرت علیؓ کے سپرد ہے آپ کے بعد حسنینؓ پھر باقی ائمہ اثنا عشرہ کے ذمہ یہ ڈیوٹی رہی۔ پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو یہ منصب حاصل ہوا۔

قسط ۔

اسلامی جہاد

حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد

سامانِ جنگ کی فراہمی بھی فرض ہے

صبر و تقویٰ اور اللہ تعالےٰ پر ایمان و توکّل مسلمانوں کی اصل اور ناقابلِ تسخیر طاقت ہے ہی۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہر زمانہ اور ہر مقام کے مناسب اسلحہ اور سامانِ جنگ جمع کیا جائے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے :-

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ۔ (سورہ انفال آیت ۶۰)

"اور تیار کرو تم دشمن کے لیے جتنا بھی تم کر سکو سامانِ جنگ اور سدھے ہوئے گھوڑے تاکہ دھاک پڑ جائے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں پر۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ جنگی مشقوں کا اہتمام فرمایا۔ اس زمانے میں جنگ کے جو ہتھیار تھے ان کو جمع کرنے کی ہدایتیں فرمائیں، جہاد کے لیے گھوڑے، اونٹ، زرہ، بکتر وغیرہ جمع فرمائے، تیر اندازی اور نشانہ بازی کی مشق کے لیے ہدایت فرمائی۔

سامانِ جنگ کی صنعت سیکھنا

امام ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخی کتاب "البدایہ والنہایہ" میں غزوہ حنین کے تحت نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابی حضرت عروۃ بن مسعود اور غیلان بن اسلم اس جہاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس لیے شرکت نہیں کر سکے کہ وہ بعض جنگی اسلحہ اور ساز و سامان کی صنعت سیکھنے کے لیے دمشق کے مشہور صنعتی شہر "جرش" میں اس لیے گئے ہوئے تھے کہ وہاں "دبّابۃ" اور "ضبور" کی وہ جنگی گاڑیاں بنائی جاتی تھیں جن سے اس وقت آج کل کے ٹینکوں جیسا کام لیا جاتا تھا۔ اسی طرح منجنیق کا وہ آلہ جس سے بھاری بھاری پتھر قلعوں پر پھینک کر قلعہ شکن توپوں کا کام لیا جاتا تھا۔ اس کی صنعت بھی وہاں تھی۔ یہ صنعتیں سیکھنے کے لیے ان بزرگوں نے ملک شام کا سفر اختیار کیا تھا۔

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنے ملک کو جنگی اسلحہ اور سامان کے لیے خود کفیل بنائیں، دوسروں کے محتاج نہ رہیں۔ ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ یہ جنگی گاڑیاں اور منجنیق وہاں سے خرید کر درآمد کر لی جاتیں۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اس پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ خود اپنے یہاں ان کے تیار کرنے کی تدبیر اختیار کر لی۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پر پورا غور کریں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ روحانی اور ربّانی طاقت اور نصرت حاصل تھی جس کے ہوتے ہوئے مادی سامان کی چنداں ضرورت نہیں تھی مگر پھر بھی آپؐ نے اس کا اس قدر اہتمام فرمایا۔ تو ہم جیسے گنہگار ضعیف الایمان لوگوں کو اس کی ضرورت کس قدر زیادہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں جنگ کے لیے جس طرح کے اسلحہ اور آلات و سامان کی ضرورت ہے ان میں کسی سے پیچھے نہ رہیں اور اس کوشش میں لگ جائیں کہ قریب سے قریب مدت میں ان چیزوں کے لیے اپنے ملک کو خود کفیل بنا سکیں۔

رباط یعنی اسلامی سرحدات کی حفاظت

جہاد ہی کی مہمّات میں سے ایک کام اسلامی سرحدات کو دشمن کی یلغار سے محفوظ رکھنے کا ہے جس کو قرآن و حدیث کی اصطلاح میں "رباط" کہا جاتا ہے اور جہاد کی طرح اس کے بھی بڑے فضائل قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ صحابہؓ کی ایک جماعت نے اسی کام کو دوسرے کاموں پر ترجیح دے کر اسلامی سرحدات پر قیام اختیار فرمایا تھا۔ آج کل یہ فرائض ہماری رینجرز پولیس انجام دیتی ہے۔ اگر نیّت میں اخلاص اور اسلامی ملک کی حفاظت کا جذبہ ہو تو تنخواہ لینے کے باوجود بھی یہ رباط کی حفاظت کے ثواب کے مستحق ہوں گے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک دن اللہ کی راہ میں رباط کی خدمت انجام دینا ایک مہینہ کے مسلسل روزے اور شب بیداری سے افضل ہے اور اگر اس حالت میں اس کا انتقال ہو گیا تو جو نیک عمل یہ کیا کرتا وہ مسلسل اس کے نامۂ اعمال میں مرنے کے بعد بھی لکھے جاتے رہیں گے اور قبر کے سوال و جواب اور عذاب سے محفوظ رہے گا۔

طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ "یہ شخص قیامت کے روز شہیدوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور قیامت کے ہولناک حالات میں بھی اس کو اطمینان ہو گا۔" (فتح القدیر)

"رباط" کا مفہوم

اسلامی سرحدات کی حفاظت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کام انہی مقامات پر ہو سکتا ہے جو اسلامی ملک کی آخری حدود پر واقع ہیں۔ لیکن اس زمانہ کی فضائی جنگ نے اس معاملہ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا ہے کیونکہ چھاتہ بردار فوج ہر جگہ اتر سکتی ہے بمبار طیاروں سے ہر جگہ بم گرائے جا سکتے ہیں۔ اس لیے جن مقامات پر بھی دشمن کی ایسی یورش کا خطرہ ہو ان کے حفاظتی انتظامات بھی اسی رباط کے حکم میں داخل ہوں گے۔

قدیم فقہاء نے بھی رباط کے معاملہ میں یہ فرمایا ہے کہ جس بستی پر ایک مرتبہ دشمن حملہ کر دے اس کی حفاظت ۴۰ سال تک رباط کے حکم میں داخل ہے۔ (فتح القدیر ص۱۲۷ ج ۴)

یہ ایسا جہاد ہے۔ جس میں ہر شہری اپنے گھر میں بیٹھا ہوا بھی رباط کا ثواب لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ اپنے شہر اور شہریوں کی حفاظت کا جذبہ رکھتا ہو اور مقدور بھر اس میں کوشش کرے۔

بلیک آؤٹ بھی رباط کے حکم میں ہے

ایسے خطرات کے وقت جن بستیوں میں حکومت کی طرف سے اندھیرا جاری رکھنے کی ہدایات جاری ہوں۔ ان کی تعمیل بھی انہی حفاظتی انتظامات کے تحت رباط کے حکم میں داخل ہو کر انشاء اللہ اس ثواب عظیم کا موجب ہو گی۔ مسلمان اس سے تنگ دل نہ ہوں بلکہ مفت کا ثواب رباط حاصل کرنے پر خوش ہوں۔ اور شکر ادا کریں۔

عہدِ رسالت میں بلیک آؤٹ کی ایک نظیر

جنگی حالات اور ان کے تقاضے ہر زمانہ اور ہر ملک میں جدا ہوتے ہیں۔ ملک کے مبصر اور ارباب حکومت جس چیز کو شہری دفاع کے لیے ضروری قرار دیں اس کی تعمیل شرعی حیثیت سے بھی ضروری ہو جاتی ہے۔ خواہ اس معیّن چیز کا ثبوت قرونِ اولیٰ کی روایات میں ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ بنیادی مسئلہ مباحات میں اطاعت امیر کا ہے۔ اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے، وہی ان تمام جائز کاموں میں تعمیل حکم کی اصل علت ہے۔ لیکن کوئی خاص کام اگر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی منقول ہو تو اس کا محبوب و مشروع ہونا اور مبارک عمل ہونا ظاہر ہے۔

جمادی الثانی ۸ھ میں جہاد کے لیے ایک لشکر مدینہ طیبہ سے دس میل کے فاصلے پر لخم و جذام کے قبائل کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا تھا جس کے امیر حضرت عمروؓ ابن العاص تھے۔ اس غزوہ میں دشمن کے سپاہیوں نے پوری فوج کو حلقۂ زنجیر میں جکڑ رکھا تھا تاکہ کوئی بھاگ نہ سکے۔ اسی لیے یہ غزوہ "ذات السلاسل" کے نام سے موسوم ہے۔ امیر لشکر نے اپنی فوج کو یہ حکم دیا کہ لشکر گاہ میں تین روز تک رات کے وقت کسی طرح کی روشنی نہ کریں اور نہ ہی آگ جلائیں۔ تین دن کے بعد دشمن میدان سے بھاگ کھڑا ہوا۔ بھاگتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے جو لشکر میں موجود تھے تعاقب کرنا چاہا۔ مگر امیر لشکر حضرت عمرو بن العاص نے تعاقب سے بھی منع فرما دیا۔ لشکر کے جانبازوں کو روشنی بند

کرنے کے حکم ہی سے ناگواری تھی کہ تعاقب نہ کرنے کا حکم اور بھی ناگوار گزرا۔ مگر اطاعتِ امیر کی بناء پر تعمیل لازمی تھی۔ اس لیے ان دونوں احکامات کی بلاچون وچرا پابندی کی گئی۔ البتہ جب لشکر مدینہ طیبہ واپس پہنچا تو آپؐ سے شکایت کی گئی۔ آپؐ نے حضرت عمرو بن العاص کو بلا کر وجہ دریافت فرمائی۔ حضرت عمرو بن العاص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے لشکر کی تعداد دشمن کے مقابلہ میں تھوڑی تھی اس لیے میں نے رات کو روشنی کرنے سے منع کیا کہ مبادا دشمن ان کی قلتِ تعداد کا اندازہ لگا کر شیر نہ ہو جائے اور اس کا حوصلہ نہ بڑھ جائے اور تعاقب کرنے سے بھی اسی لیے روکا کہ ان کی کم تعداد دشمن کے سامنے آجائے گی۔ تو کہیں وہ لوٹ کر ان پر حملہ نہ کر دے۔ آپؐ نے ان کی ان جنگی تدابیر کو پسند فرما کر اس پر اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا۔

(جمع الفوائد ج ۲ ص۲۷ بحوالہ جہاد)

نصرتِ حق کی توقع

اگر دینِ اسلام کی حمایت و نصرت یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کی نیت سے جہاد ہو گا تو اللہ تعالےٰ کی نصرت و امداد ضرور حاصل ہو گی۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:

"اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ

(اگر تم اللہ تعالےٰ (کے دین) کی امداد کرو گے تو اللہ تعالےٰ تمہاری امداد فرمائیں گے اور تمہیں ثابت قدم رکھیں گے۔ (سورہ محمدؐ)

ہمارے بہادر نوجوانوں کو اللہ تعالےٰ کی امداد پر پورا پورا اعتماد و بھروسہ ہونا چاہیے۔ اور دورانِ جنگ بھی نصرتِ الٰہی نازل ہونے کی دعا کرنا چاہیے۔ سورہ انفال میں کثرتِ ذکر کی تاکید فرمائی گئی ہے اور دعا بھی ذکر میں داخل ہے:

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (آیت ۴۵)

"اے ایمان والو! جب بھڑو کسی فوج سے تو ثابت قدم رہو، اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ تاکہ تم مراد پاؤ۔" (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

مولانا شبیر احمد عثمانی رحؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس میں (ذکر میں) نماز، دعا، تکبیر اور ہر قسم کا ذکر اللہ شامل ہے۔ ذکر اللہ کی تاثیر یہ ہے کہ ذاکر کا دل مضبوط اور مطمئن ہوتا ہے جس کی جہاد میں سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سب سے بڑا ہتھیار یہی تھا۔" (ص۳۱۶)

سورہ رعد میں ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ (آیت ۲۸)

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور چین پاتے ہیں ان کے دل اللہ کی یاد سے، یاد رکھو! اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں دل۔"

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مومنوں کے دل ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کی طرف جم جاتا ہے اور ذکر اللہ کا نور ان کے دلوں سے ہر طرح کی دنیوی وحشت اور گھبراہٹ کو دور کر دیتا ہے۔

جنگ کے نعرے

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دورانِ جنگ تا بہ امکان اللہ تعالےٰ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیے۔ یہ دل سے بھی ہو سکتا ہے اور زبان سے بھی۔ ضرورت پڑنے پر "نعرۂ تکبیر" یا "لا الٰہ الا اللہ" کا نعرہ لگانا یا کوئی آیت یا دعا پڑھنا سب اللہ تعالےٰ کے ذکر میں داخل اور باعثِ اجر ہونے کے ساتھ نصرتِ الٰہی کو قریب کرنے والے ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے سوا کسی دوسرے کے نام کا نعرہ لگانا یا امداد کے لیے پکارنا مثلاً "یا علی مدد" یا "یا پیر بھیج" یا اس قسم کے دوسرے نعرے لگانا شرک اور گناہ ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس سے دنیا میں نقصان کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے علاوہ کسی دوسرے سے دعا کرنا بھی شرک اور گناہِ عظیم ہے۔ (ماہنامہ بینات۔ کراچی)

فتح مومنوں کی ہو گی

قرآن پاک میں ہے:۔ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

"کمزور نہ پڑو اور رنجیدہ نہ ہو۔ تمہیں سربلند ہو گے اگر تم مومن ہو۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان ہی سربلند ہوں گے، وہی غلبہ پائیں گے۔ اگر کہیں مسلمان شکست کھاتے ہیں یا انہیں ہزیمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایمان میں فرق آگیا ہے۔ اللہ کی بات میں قطعاً کوئی فرق نہیں آسکتا۔ (لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ)

غازی اور شہید

وہ خوش نصیب بندے جو محض اللہ کی رضا کے لیے اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر میدانِ جنگ میں کود جاتے ہیں اور نہایت دلیری سے لڑتے ہوئے کام آجاتے ہیں یا بچ جاتے ہیں۔ شریعت کی خاص اصطلاح میں کام آنے والوں کو "شہید" اور بخیریت واپس آنے والوں کو "غازی" کہا جاتا ہے۔

شہادت جہاد بالنفس کا انتہائی جذبہ کمال ہے۔ ایسے جاں نثار اور جانباز بندے کا انعام یہ ہے کہ اس نے اپنی جس عزیز ترین متاع کو اللہ پاک کی راہ میں قربان کیا وہ ہمیشہ کے لیے اُسے بخش دی جائے یعنی فانی زندگی کے بدلہ اس کو "ابدی زندگی" عطا کر دی جائے۔ قرآن کریم کی صرف دو آیتیں اس سلسلہ میں پڑھ لیجئے:۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

(بقرہ ـ ع ۱۹ ـ آیت)

"اور جو خدا کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (اس زندگی کا یہاں) شعور نہیں۔"

سورۂ آل عمران (ع ۱۷) میں فرمایا گیا ہے:۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ فَرِحِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ

"اور جو خدا کی راہ میں مارے گئے ہیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے پروردگار کے پاس ان کو روزی دی جا رہی ہے۔ خدا نے ان کو اپنی جو مہربانی عطا کی ہے اس پر وہ خوش ہیں۔"

غور فرمائیے پہلی آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اپنی زبان سے انہیں مردہ نہ کہو۔ اسی لیے وَلَا تَقُوْلُوْا کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ قول کا تعلق چونکہ زبان کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے مومنوں کو یہ تاکید فرما دی گئی کہ اپنی زبانوں سے شہیدوں کو مردہ نہ کہو۔ اب اس بات کا احتمال ہو سکتا تھا کہ گو زبان سے "مردہ" نہ کہیں لیکن دل میں خیال پیدا ہو کہ مردہ ہیں۔ ایسا خیال پیدا ہو سکتا تھا، گمان ہو سکتا تھا اور گو زبان سے اظہار نہ ہو، دل میں بات آسکتی تھی۔ اللہ پاک نے اس گمان کے لیے بھی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اور سورہ آل عمران کی مذکورہ بالا آیت میں تصریح فرما دی کہ اللہ کے راستہ میں مارے جانے والوں کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ یہ عشق و محبت کی راہ کے شہید اور زندۂ جاوید ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق قیامت کے دن اپنے اسی خونی گلگوں پیراہن میں اٹھیں گے۔ ان کے جسموں سے خون بہہ رہا ہو گا وہ صورت میں تو خون ہو گا مگر خوشبو اس کی مشک جیسی ہو گی۔ اور کیوں نہ ہو، سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے ؎

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پہ
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا!

قسط نمبر۱

ایک جائزہ

میوات میں تبلیغ اسلام

تبلیغی جماعت نے یہ فریضہ کس طرح انجام دیا

ایک حیرت انگیز انقلابی کارنامہ

تحریر: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ایک عملی مثال

میوات اس طرز تعلیم اور اصلاح و تربیت کی ایک کامیاب تجربہ گاہ ہے۔ یہ علاقہ دہلی کے جنوب میں انگریزی رقبہ[1] اور متعدد ہندو ریاستوں کے حدود کے اندر پھیلا ہوا ہے۔ مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ کم از کم ۳۰،۴۰ لاکھ ہے۔ خدا جانے اسلامی تاریخ کے کس عہد میں اس راجپوت ہندو قوم نے اسلام قبول کیا لیکن دار السلطنت سے اس قرب کے باوجود بے توجہی اور کس مپرسی کے عالم میں پڑی رہی، بے تربیتی اور جہالت کی وجہ سے غارت گری کشت و خون اور رہزنی اس کے قومی خصائص میں شامل ہو گئی اور اس کا شمار ہندوؤں کی جرائم پیشہ اقوام میں ہونے لگا۔ مسلمانوں کی بے توجہی سے یہ بہادر، مہمان نواز، شریف اور باحمیت قوم ضائع ہو رہی تھی اور اس کے یہ عربی خصائل بے محل صرف ہو رہے تھے۔ تبلیغ اور دینی تعلیم کے فقدان کی وجہ سے اس کو رفتہ رفتہ اسلام سے صرف اتنا تعلق رہ گیا تھا کہ اس کو ابھی اپنے مسلمان ہونے کا اقرار تھا۔ نام تک غیر مسلموں کے سے تھے۔ مشرکانہ عقائد و اعمال اور ہندوانہ رسوم و عادات زندگی کا جزو بن گئے تھے۔ ہر ہر قبیلہ کا ایک روحانی محافظ و نگراں تھا جسے کھیرا دیوت (الٰہ القبیلۃ) کہتے تھے۔ ضروریات دین سے واقف کوسوں تک ڈھونڈنے سے نہیں ملتا تھا، کلمہ کے لفظ تک سے ناآشنا اور نماز کی شکل تک سے بیگانہ ہو گئے تھے۔

اس قوم کی تعلیم و تربیت اور اس وسیع اور پسماندہ رقبہ میں عمومی انقلاب حال کا کیا ذریعہ تھا؟ پہلا خیال یہی ہوگا کہ دینی مکاتب اور مدارس قائم کئے جائیں لیکن فرض کیجئے کہ اتنے بڑے کام کے لیے وہ عظیم الشان سرمایہ فراہم ہو جائے جو اس تاریک اور غریب خطہ میں اتنی بڑی تعداد میں مدارس اور مکاتب قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے تو کیا مدارس و مکاتب ایک ایسی قوم میں اسلامی انقلاب پیدا کر سکتے تھے جس کو اپنے مشاغل زراعت و تجارت سے اتنی فرصت نہیں تھی کہ وہ تعلیم حاصل کرے اور نہ اس کو علم کی اتنی قدر اور طلب تھی کہ وہ اپنے بچوں کو ضروری کاموں سے چھڑا کر مدرسوں میں تعلیم دلائے اور اگر یہ سب ہو بھی جائے تو اس ذریعہ سے اس قوم میں کتنی مدت میں اصلاح و انقلاب کی اُمید کی جا سکتی ہے؟

نیا تجربہ

اس کا تجربہ بھی کیا گیا، میوات میں مکاتب و مدارس قائم کئے گئے مگر اول تو خود ان کے فارغ شدہ طلبہ اسلامی سیرت و اخلاق کے نمونہ نہ تھے اور ان سے اسلامی انقلاب و تغیر کے بارہ میں کوئی حوصلہ افزائی نہ ہوتی تھی۔ ثانیاً وہ اس تاریک غیر دینی ماحول میں جا کر ایسے کھوئے جاتے تھے کہ ان کا کوئی نشان نہیں ملتا تھا، جہالت و غفلت کے اس خاموش سمندر میں چند افراد کا پڑھ لکھ جانا کیا حرکت پیدا کر سکتا تھا، فضا کی تبدیلی اور عمومی احساس اور دین کی عزت و احترام کے بغیر چند انفرادی تغیرات کچھ مؤثر اور مفید ثابت نہیں ہوتے۔

اس وقت اس قوم کی اصلاح و انقلاب کا وہی طریقہ اختیار کیا گیا جو ابتداً اسلام میں اختیار کیا گیا تھا یعنی اس قوم میں باہر سے کوئی کوشش کرنے کے بجائے اس قوم ہی سے کام لیا گیا اور محدود کتابی و درسی تعلیم کے بجائے اس قوم میں جاری کیا گیا۔ ان کو اپنے مسلمان ہونے کا اقرار تھا اسی اقرار سے فائدہ اٹھایا گیا۔ ان کو بتایا گیا کہ دین سیکھنے کی ضرورت ہے اور زندگی کی ہر ضرورت سے بڑھ کر ضرورت ہے۔ اور دین اس کے بغیر نہیں آ سکتا کہ وہ اس کے طالب بنیں، اپنے مشاغل زندگی سے وقت نکالیں اور جہاں دین اور علم دین ہے وہاں ایک معتدبہ زمانہ کے لیے جماعتیں بنا کر جائیں اور صحبت و رفاقت، خدمت اور جد و جہد سے دین کا علم حاصل کریں۔ اس حقیقت کا ادراک کر لیا گیا کہ اپنے آبائی ماحول اور اپنے دائمی مشاغل میں یہ کوئی نیا تغیر اور ترقی نہیں کر سکتے اور اس کی توقع بے جا ہے۔ اس لیے ان کو عارضی طور پر ماحول اور ان مشاغل سے دور رہ کر ایک مقصد کے لیے سرگرداں بنا دیا گیا۔ ان کے لیے ضروری قرار دیا گیا کہ وہ ہر ہفتہ کچھ وقت کے لیے اپنے ماحول میں ضروریات دین (کلمہ نماز) کی تبلیغ کریں اور باقاعدہ جماعت بنا کر ایک امیر اور ایک نظام کی ماتحتی میں اپنی جگہ اور قرب و جوار میں گشت کریں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس تبلیغ میں خود

---

[1] یہ تحریر اُس وقت کی ہے جب اس قسم کی تقسیم حدود جاری تھی۔ (م، ش)

ان کی تربیت اور دینی پختگی ہوئی اور اس پورے ملک میں نہایت سہولت کے ساتھ کلمہ اور نماز کی تبلیغ ہوگئی کہ برسہا برس میں بڑے سے بڑے تبلیغی عملہ سے ممکن نہ تھی۔

دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ وہ کم سے کم چار مہینے کے لیے دین سیکھنے کو اپنے گھر سے نکلیں اور ان مرکزوں میں جائیں جہاں دین اور علم دین ان کے یہاں سے زیادہ ہے۔ اس وقت کو کام میں لانے کے لیے ان کے لیے تعلیم و تعلیم کا ایک نظام بنا دیا گیا۔ وہ ایک خاص وقت میں تبلیغ کے لیے بھی نکلتے ہیں اور جتنا جانتے ہیں دوسروں کو بتلاتے ہیں۔ اس میں بھی فائدہ اس سے زائد ہے جو اپنے ماحول میں تبلیغ کرنے کا ہے، ان کے ذریعہ سے کلمہ اور نماز کی بڑے پیمانہ پر اشاعت ہوتی ہے۔ ان کے اتنے دور سے آنے کی وجہ سے عام شہری اور دیہاتی مسلمانوں میں دین کا احساس اور اس کی اہمیت پیدا ہوتی ہے کہ دین ایسی چیز ہے کہ اس کے سیکھنے کے لیے یہ اللہ کے بندے اتنی دور دراز سے تکلیفیں اٹھا کر آتے ہیں ان کو اپنے نقائص اور دین سے جہالت و غفلت کا بھی احساس ہوتا ہے اور یہ خود ان کی پختگی اور تربیت کا سامان ہے اور اس تبلیغی محدود وقت کے علاوہ ان کے لیے تعلیم کا پورا نظام ہوتا ہے ہر جماعت میں ایک معلم یا متعدد معلم ہوتے ہیں جو اُن کو قرآن مجید پڑھاتے ہیں۔ نماز کے ارکان و مسائل بتلاتے ہیں۔ قرآنِ مجید کے الفاظ و حروف کے ادا کرنے کے لیے مخارج کی صحت کراتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان افروز اور سبق آموز واقعات و حالات کتابوں سے پڑھ کر سُناتے ہیں اور اس سے اُن میں اسلامی جذبات کی پرورش ہوتی ہے۔

اس ایک سفر کا وہ اثر ہوتا ہے جو اپنے ماحول میں برسہا برس کی کوشش اور مدارس اور خانقاہوں کے مہینوں کے قیام میں نہیں ہوتا۔ چنانچہ جو لوگ اس سفر سے واپس آتے ہیں وہ عملی اور اخلاقی حالت اور اپنے جذبات میں بالکل ممتاز ہوتے ہیں۔ ان کو جو اسلامی تربیت اور تہذیب حاصل ہوتی ہے وہ بعض اوقات دینی مرکزوں میں رہنے والوں میں نظر نہیں آتی۔ جس مقصد کے لیے وہ گھربار اور مشاغل چھوڑتے ہیں۔ وہ ہر وقت ان کے پیشِ نظر اور ان کے قلب و ذہن پر طاری رہتا ہے اس لیے اس تھوڑی مدت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو اطمینان کے ساتھ برسوں میں حاصل نہیں ہوتا۔

تربیت یافتہ لوگوں کی رفاقت اہلِ دین و اہلِ علم اصحاب کی خدمت میں

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

اجر و فضیلت

فریضہ حج

علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سفر خرچ کا مالک ہو جو اسے خانہ کعبہ تک پہنچائے اور وہ حج نہ کرے تو اس بات کے کہنے میں کوئی باک نہیں کہ وہ شخص یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔ (رواہ الدارمی)

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو حاجت ظاہر، ظالم بادشاہ یا بیماری نہ روکے اور وہ حج نہ کرے تو وہ خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر (رواہ الدارمی)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے تو آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔ پھر پوچھا اس کے بعد کون سا؟ آپ نے فرمایا خدا کی راہ میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا۔ حج (متفق علیہ)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ ایسا جہاد جس میں لڑنا نہیں پڑتا یعنی حج و عمرہ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں اگر اس سے دعائیں مانگیں تو اللہ ان کی دعائیں قبول کرتا ہے اور اگر اس سے بخشش مانگیں تو ان کو بخشش دیتا ہے۔ (ابنِ ماجہ)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم حاجی سے ملو تو اس کو سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو۔ اور اس سے کہو کہ وہ تمہارے لیے بخشش کی دعا مانگے۔ اپنے گھر میں داخل ہونے سے قبل اس لیے کہ وہ بخشش دیا گیا ہے۔ (رواہ الدارمی)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج یا عمرہ کے لیے نکلا اور پھر راہ میں جان دے دی تو اس کے لیے غازی، حاجی اور عمرہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (بیہقی)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص حج اور عمرہ کا احرام مسجد اقصےٰ سے مسجد حرام تک باندھے اس کے اگلے اور پچھلے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یا اس کے لیے بہشت واجب ہو جاتی ہے اس لیے کہ اس احرام سے اور کوئی احرام افضل نہیں کہ اس نے افضل جگہ سے افضل جگہ کی طرف احرام باندھا۔ (مشکوٰۃ)

عشقِ اصحابِ نبی ﷺ

حافظ نور محمد انور

کہتے اصحابِ پیمبرؐ کو ہیں انورؔ جو بُرا
داورِ محشر سے رکھیں وُہ نہ بخشش کی اُمید
حُبِّ اصحابِ نبیؐ ہی تو ہے ایماں کی دلیل
عشقِ اصحابِ نبیؐ خلدِ بریں کی ہے کلید!

خادم کلیم علی، ملتان

بیت اللہ کے مسافر

اے مبارک ہستی! اے خوش نصیب اور سعادتمند انسان! میری عقیدت بھری نگاہیں تیرے قدموں کو چومنا چاہتی ہیں۔ میری ارادت مند روح تیری چمکتی ہوئی پیشانی کے بوسے لینا چاہتی ہے۔ تو خدا کے مقدس دربار کی طرف عازم ہے۔ وہ گھر جسے خلیل اللہؑ نے بنایا۔ تیری خوش نصیب جبین اس گھر کے سنگِ آستاں پر سجدۂ عبودیت سے شرف یاب ہو گی۔ اور پھر تیرا ذوقِ طلب تجھے دیارِ حبیبؐ میں لے جائے گا تیری پتلیاں گنبدِ خضریٰ کی سرسبز و شاداب جنّت میں نشاطِ سرمدی حاصل کریں گی۔ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدس میں تجھے باریابی ہو گی۔ تیرے قلب و روح اس نور کا مرکز ہوں گے جو یثرب کے مقدس ذرّوں سے پھوٹ رہا ہے۔ تیرا سینہ اس سکون و قرار کا گہوارہ ہو گا جو دیوارِ حرم اور درِ کعبہ کے ذرّوں سے کوثرِ رحمت بن کر بہہ رہا ہے۔

اے رہروِ کوئے حبیبؐ! اپنے دل و نگاہ کے جلوت کدوں کے تمام نقوش مٹا دے۔ تاکہ ان میں رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے انوارِ نبوّت کی شعاعیں سمٹ آئیں اور یہ دل و نگاہ مشرقِ آفتاب اور مطلعِ ماہتاب بن جائیں۔ اپنی روح سے خواہشاتِ نفس کی آلودگیوں کا بوجھ ہٹا دے تاکہ تیری ہلکی پھلکی روح نور و سرور اور رحمت و برکت کی لطافتوں سے فیض یاب ہو جائے۔ اپنی تمنّاؤں کو جھاڑ دے تاکہ تجھے تہی دامن دیکھ کر رحمۃ للعالمین کی نگاہِ فیضان اپنی عنایات سے بریز کر دے۔ اور جب تو حج سے واپس ہو تو جہاں تیرے توشۂ سفر اور سامانِ راہگزر میں کھجوریں اور آبِ زمزم ہو وہاں تیری نگاہوں میں چمک، تیری پیشانی میں شعاعِ نور، تیرے دل میں تقدس اور تیری روح میں ایمان و یقین کے تحفے بھی ہوں۔ جنہیں یہاں پہنچ کر اپنے اعزہ و اقارب میں تقسیم کرنا ہے۔ اسی طرح تو جو عنایتوں اور رحمتوں کے پھول اس گلستانِ سرمدی سے لائے گا۔ تمام دنیا کے دامن ان سے مالامال ہو جائیں گے۔

اے پیارے مسافر! بیت اللہ کی بستی عرفان و ہدایت کی بستی ہے۔ وہاں کا ذرّہ ذرّہ کعبۂ نور اور وہاں کا گوشہ گوشہ قبلۂ ظہور ہے۔ ان ذرّوں سے رحمتِ حق کے سوتے پھوٹتے ہیں اور ان گوشوں سے حق و صداقت کے غنچے کھلتے ہیں۔ وہاں کا ایک ایک ستارہ منارِ ہدایت ہے اور وہاں کی ایک ایک کرن ستونِ معرفت ہے۔ وہ سرزمین تاجدارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قدمبوس رہی ہے۔ وہاں کی ہر موجِ صبا نے گیسوئے رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تعطر سے مشامِ کائنات کو معطر و معنبر کیا ہے۔ ؏

خوشا وہ دَور کہ دیدارِ عام تھا اس کا

جب خوش نصیب مسلمان اس اشرفِ زمانہ کے دیدارِ جمال سے شاد کام ہوتے تھے۔ اس کے تکلّمِ سامعہ نواز سے بہرہ یاب اور اس کے ارشادِ ایمان ساز سے سعادت اندوز ہوتے تھے۔ اس ماہِ درخشاں کے جلو میں ستاروں کی طرح اس نیّرِ اعظم کے اطراف میں شعاعوں کی مانند۔ اللہ اللہ، کیا عالم ہو گا وہ بھی۔ صدیقؓ کی تجلّیِ صدق، فاروقؓ کا جلالِ ایمانی، عثمانؓ کی حیائے کامل، علیؓ کا تموّجِ علم و عرفان، ابوذرؓ کا فقر، سلمانؓ کا تقویٰ، انسؓ کی شیفتگی اور وہ بلالؓ کی حیات افروز تکبیر کے غلغلے فضاؤں میں گونجتے رہتے تھے۔

اے اقبال مند مسافر! تیری چشمِ تصوّر ان تمام تجلیاتِ ماضیہ کے شہود سے شرف یاب ہو گی۔ تیری آغوشِ روح میں یہ تمام ایمان افروز جلوے سما جائیں گے اور تو اس زمینِ فاران میں خود کو اسی کاروانِ حق و صداقت کا ایک راہرو محسوس کرے گا۔ کاش! خدائے رحمٰن و رحیم، وہ عالم الغیب وہ سمیع و بصیر، وہ لبِ خاموش کی آواز سننے والا، وہ لبِ ساکت کی زباں جاننے والا، ہم تشنگانِ شوق اور ہم مشتاقانِ دیدارِ حرم کی دلی تمنّا بر لائے۔ اور اے دیارِ حبیبؐ کے خوش نصیب مسافر! ہمیں بھی تیری تقلید کا موقع ہاتھ آئے۔ جا! غزالِ دشتِ شوق بن کر! موجِ ہوائے اضطراب بن کر! شعاعِ آفتابِ محبت بن کر! خدا تیرا حافظ و ناصر ہو۔ اور عشقِ نبیؐ تیرا خضر اور پیشوا!

اے خوش نصیب مسافر! جب تو حج کی مقدس رسومات ادا کرے گا اور پھر عازمِ مدینہ ہو کر دربارِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضری دے گا تو اس وقت تیری زبان پہ بے ساختہ جاری ہو گا ؎

تیری ذاتِ اقدس میں لایا ہے خادم
درودوں کے تحفے، سلاموں کی ڈالی

؏: ہوا ہے اسلام آج رسوا ہمارے اعمال کی بدولت

ہم کہاں کھڑے تھے اور کہاں آپہنچے ہیں؟

شمسہ ضیاء، خانپور

آپ ابھی تک خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے ہیں۔ خدا کے لیے اب تو خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائیے اور دیدہ بینا سے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیجئے، سوچئے کہ ہم کیا تھے، کیا ہو گئے؟ ہم کہاں کھڑے تھے اور کہاں آپہنچے؟ ہمارا قافلہ کس جانب رواں ہے؟ ہماری منزل کون سی ہے؟ اور ہمارا نصب العین کیا ہے؟ ہم نے اس مختصر عرصہ میں کیا کھویا ہے اور ہمیں کیا حاصل ہوا ہے؟ آج ہماری پیشانیوں پر شکست کا جو داغ لگ چکا ہے اسے کس طرح دھویا جا سکتا ہے؟ خدا کے لیے سوچئے کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں؟ کیا ابھی ہم نے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ کیا سقوطِ ڈھاکہ اتنا ہی غیر اہم واقعہ ہے جسے ہم نے روز و شب کی مصروفیتوں یا فراغتوں میں بھلا دیا۔؟ آخر ہم اتنے بے ضمیر کیوں ہو گئے ہیں؟ ہم اسلامی اقدار کو اتنی بے دردی سے پامال کر رہے ہیں؟ آخر ہمارے دل و دماغ سے احساسِ زیاں کیوں مٹ گیا ہے؟ کیا یہ مسلم قوم کا سب سے بڑا المیہ نہیں؟ آخر ہمارا دل خون کے آنسو کیوں نہیں روتا؟ نہیں تو کیوں؟ کیا ہم نے محمد غوری کی طرح کوئی عہد کیا ہے؟ نہیں تو کیوں؟

آپ میں سے شاید کچھ لوگ واقف ہوں کہ ہم ہی میں سے کچھ لوگوں کی جماعت ایسی ہے جو آج بھی دین کی خاطر گلی گلی اور کوچے کوچے ٹھوکریں کھاتی ہے، مصائب اٹھاتی ہے اور کلمۂ حق بلند کرتی ہے جسے عرفِ عام میں تبلیغی جماعت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی جماعت کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے سقوطِ ڈھاکہ کے بعد خواب میں جناب سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت ہے جو ذکر میں مشغول ہے۔ جناب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان تشریف فرما ہیں۔ ایک بزرگ اٹھتے ہیں اور سقوطِ ڈھاکہ کا واقعہ آپ کے گوش گزار کرتے ہیں۔ آپ سن کر اشکبار ہو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں جاؤ میری امّت سے کہہ دو کہ یہ سب ان کے بُرے اعمال کی وجہ سے ہُوا۔ انہوں نے میرے دین کو رسوا کیا، انہوں نے میرے صحابہؓ کی توہین کی۔ اسلام کا مذاق اڑایا۔ یہ سب اس کی سزا ہے۔ انہیں بتا دو کہ اگر اب بھی وہ راہِ راست پر نہ آئے اور انہوں نے بُرے اعمال نہ چھوڑے تو بہت جلد ایک بڑی تباہی ان پر آئے گی پھر اگر وہ توبہ کریں گے تو ان

ہمارا قافلہ آخر کس سمت چلا جا رہا ہے؟

کی توبہ قبول نہ ہوگی، اگر رحم طلب کریں گے تو ان پر رحم نہ ہوگا۔

مقام غور ہے کہ یہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے الفاظ ہیں۔ ان کی صداقت سے کون منکر ہو سکتا ہے مگر ہم اب بھی غفلت کا شکار ہیں۔ کیا ہم اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ ؏

ہوا ہے اسلام آج رسوا ہمارے اعمال کی بدولت

کبھی نہیں ہم نے وہ کچھ کیا جو تاریخ میں کبھی نہیں ہوا تھا۔ ہمارے کردار، ہمارے افعال نے پوری مسلم قوم کو سرنگوں کر دیا مگر ہمیں احساس ہی نہیں۔

ہم خود اپنی تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں اور جو قوم خود اپنی چتا تیار کرے اسے تباہی سے کون روک سکتا ہے۔ میں جب بھی حضور نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے الفاظ یاد کرتی ہوں، خوف سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ الٰہی! ہمارا انجام کیا ہوگا؟

میرے دل میں لاوا سا ابلنے لگتا ہے اور میرا دل چاہتا ہے کہ چیخ چیخ کر اس ملک کے باسیوں کو محبوبِ خدا کا یہ پیغام سناؤں اور ان سے کہوں کہ خدا کے لیے اب صراطِ مستقیم پر آجاؤ۔ اب بھی اگر اپنی جبینِ نیاز اس ربِ لم یزل کے سامنے خم کر دو اور رو رو کر اس سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو تو شاید قدرت ہمارے حالِ زار پر رحم فرمادے اور ہم معتوب بندے پھر سرخرو ہو جائیں۔ توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے۔ شاعرِ مشرق نے شاید اسی دور کے لیے فرمایا تھا ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

(نوائے وقت لاہور ۱۳ مئی ۷۲ء)

مراسلات

جناب ایڈیٹر صاحب خدام الدین لاہور

تسلیم و آداب! جناب عالی، آپ کا خدام الدین بڑے شوق کے ساتھ سندھ کے ضلع لاڑکانہ تحصیل وارہ میں پڑھتے ہیں۔ دو لحاظ سے۔ ایک تو دینی اور سچائی سے بھرپور رسالہ ہے دوسرا یہ کہ کم قیمت ہے۔ اس رسالے کی قیمت ۲۵ پیسے ہی رہنے دیجیے ایک یہ کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ اردو کم جانتے ہیں اور غریب بھی ہیں۔ ان کا خرید کرنا مشکل ہو جائے گا۔ صفحات کم کر دیں لیکن قیمت نہ بڑھائیں۔

عبدالحلیم بگھیلو متعلم ہائی سکول وارہ ضلع لاڑکانہ

جناب ایڈیٹر صاحب!

گزارش یہ ہے کہ ہم بھی آپ کے رسالے خدام الدین کے خریدار ہیں۔ رسالے میں مواد نہایت اچھا ہوتا ہے۔ پڑھ کر بہت ہی خوش ہوتے ہیں۔ خدام الدین کی قیمت براہ نوازش ۲۵ پیسے رہنے دیجیے۔ باقی صفحات میں بلاشک کمی لائیں۔ قحط کا زمانہ ہے۔ قیمتیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ دل بیٹھتا جا رہا ہے۔ مہربانی فرما کر صفحات میں کمی لائیں لیکن قیمت نہ بڑھائیں۔ والسلام

شیخ عبدالستار قاہر تحصیل وارہ ضلع لاڑکانہ۔ سندھ

مدیرِ محترم! تحیۃً وسلاماً!

آپ نے خدام الدین کی قیمت میں اضافے یا صفحات میں کمی کے بارے میں قارئین کی تجاویز طلب فرمائی ہیں۔ سو اس سلسلہ میں میری رائے یہ ہے کہ خدام الدین کے صفحات کم نہ کیے جائیں۔ قیمت میں اضافہ وقتی حالات کا تقاضا ہے۔ چار صفحات میں کئی دینی مضمون آ جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ قارئین خدام الدین اس پرچہ کے بلند پایہ مضامین کی خاطر بخوشی ۱۰ یا ۱۵ پیسے کی قربانی دے دیں گے۔

خدام الدین کا اپنا حلقہ ہے۔ اس کے قارئین وقتی نہیں کہ ۱۰ یا ۱۵ پیسے کے اضافہ کا اعلان پڑھ کر خدام الدین کی خریداری چھوڑ دیں۔ خدام الدین کے قارئین مستقل ہیں، وقتی تقاضے ان کی خریداری میں حائل نہیں ہو سکتے۔ اس لیے میری درخواست ہے کہ خدام الدین کے صفحات کم نہ کیے جائیں اور قیمت بے شک پچاس پیسے کر دی جائے۔

(فیوض الرحمٰن ایم۔ اے۔ ایبٹ آباد ضلع ہزارہ)

مکرمی ایڈیٹر صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ نے خدام الدین کی قیمت میں اضافے کے متعلق قارئین کی رائے طلب کی ہے۔ بڑا اچھا طریق ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ لیکن میرے نزدیک اس معاملہ میں رائے لینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کون نہیں جانتا کہ ہر چیز پہلے سے گراں تر ہو رہی ہے۔ پھر کاغذ کا تو مسئلہ ہی ٹیڑھا ہو گیا۔ کاغذ، پرنٹنگ، دفتری اخراجات اور کتابت وغیرہ ہر چیز کی بہتری کے لیے بہتر رقم خرچ کرنا پڑتی ہے اور خدام الدین کا معیار تمام دینی جرائد میں ممتاز ہے۔ اس کے قارئین اپنے محبوب جریدہ کی مشکلات کا احساس کر کے بخوشی قیمت میں اضافہ قبول کریں گے۔ ہفتہ میں اپنے اور کسی خرچ میں کمی کر کے پندرہ پیسے اور خدام الدین کے لیے وہ رکھ ہی لیا کریں گے۔ اس حقیقت کا ہر کسی کو اعتراف ہے کہ اگر لیتھو پریس پر چھپا ہوا چالیس پیسے کا ترجمان اسلام خریدا جا سکتا ہے، تو ٹائپ میں طبع شدہ خدام الدین ۲۵ پیسے کی بجائے پچاس پیسے میں بخوشی قبول کیا جائے گا۔

(حافظ محمد صادق، گورو نانک پورہ لائلپور)

مکرمی و محترمی ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم۔ خدام الدین میں اشتہار نظر سے گزرا جس میں لکھا ہے کہ کاغذ کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ اس لیے یا تو خدام الدین کے صفحات کم کیے جائیں یا قیمت میں اضافہ کیا جائے۔

میں ۱۹۶۰ء سے خدام الدین کا خریدار ہوں۔ میری گزارش ہے کہ قیمت بڑھائی جائے صفحات کم نہ کیے جائیں۔ صفحات کم کرنے سے دین کی خدمت کما حقہٗ نہ ہوگی۔ بندہ حبیب خٹک،

پوسٹ آفس سعد خان خٹک بھالائی ریلوے اسٹیشن

بقیہ: سبھاش بوس کا فرار

لوگوں کا مرکز تھا۔ ان مجاہدوں کو ہم نے اس بات کے لیے آمادہ کر لیا تھا کہ وہ سبھاش کو کابل پہنچا دیں گے اتنے میں ہند کے اخبارات میں یہ خبریں چھپ گئیں کہ سبھاش بوش برما کے راستے غائب ہو گئے ہیں۔ چنانچہ سی۔ آئی۔ ڈی کی ساری سرگرمیاں برما کی طرف منتقل ہو گئیں۔ ان لوگوں کو آخر وقت تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ سبھاش کو ہم قبائلی علاقہ میں پہنچا چکے ہیں۔ چند روز بعد انہیں کابل پہنچا دیا گیا۔ وہاں سے وہ جرمن سفارت خانہ کے ذریعہ ترکی کے راستے برلن پہنچ گئے۔

سبھاش کی موت

حکیم صاحب نے بتایا۔ کچھ عرصہ بعد انگریز حکام کو اصل صورت حال کا علم ہوا تو انہوں نے گرفتاریاں شروع کر دیں اور مجھے بھی گرفتار کر لیا گیا۔ تین ماہ تک پوچھ گچھ کے لیے مجھے چراٹ میں رکھا گیا۔ پھر گور کھٹڑی تھانہ پشاور میں منتقل کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد مجھے چار سال تک دیولی کیمپ میں نظر بند رکھا گیا۔

سوال: سبھاش بوس کی موت کیسے واقع ہوئی؟

جواب: میری معلومات کے مطابق جاپان کے حملہ کے بعد سبھاش بوس برلن سے برما پہنچے۔ اور انہوں نے آزاد ہند فوج کی بنیاد رکھی۔ پھر جب جاپان نے ہتھیار ڈال دیے تو ہونولولو کے جزائر سے پرواز کرتے ہی اُن کے طیارے کو حادثہ پیش آگیا اور وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

سوال: سبھاش نے ہند چھوڑنے سے پہلے آپ کے ساتھ کتنا قیام کیا۔ اس عرصہ میں آپ نے ان کی شخصیت کے بارے میں کیا رائے قائم کی؟

جواب: سبھاش میرے ساتھ پانچ دن ٹھہرے اس عرصہ میں ان کے متعلق میری یہ رائے اور محکم ہو گئی کہ سبھاش انتہائی وسیع الظرف انسان تھے تعصب یا فرقہ وارانہ تنگ دلی نے انہیں چھوا تک نہیں تھا۔

(بشکریہ استقلال)

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

★

معبود و مستعان صرف اللہ ہی ہے

تحریر: عبدالرحمان لدھیانوی (شیخوپورہ)

(۱) اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ

(اے خدا) تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے، کیونکہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

(۲) یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ (پ ۱ - ع ۳)

اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ جس نے بنایا تمہارے واسطے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت اور اتارا آسمان سے پانی، پھر نکالے اس سے میوے تمہارے کھانے کے واسطے، سو نہ ٹھہراؤ کسی کسی کو اللہ کے مقابل اور تم تو جانتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تم سے پہلوں کو سب کو پیدا کیا اور تمہاری ضروریات اور کل منافع کو بنایا پھر اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو معبود بنانا جو تم کو نہ نفع پہنچا سکے نہ مضرت (جیسے بت)، کس قدر حماقت اور جہالت ہے، حالانکہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ اس جیسا کوئی نہیں۔

قرآن نے صرف توحید ہی پر زور نہیں دیا بلکہ شرک کی راہیں بھی بند کر دیں اور یہی اس کی خصوصیت ہے قرآن فرماتا ہے کہ ہر طرح کی عبادت اور نیاز کی مستحق صرف خدا ہی کی ذات ہے پس اگر تم نے عابدانہ، عجز و نیاز کے ساتھ کسی دوسری ہستی کے سامنے سر جھکایا تو توحید الٰہی کا اعتقاد باقی نہ رہا۔ وہ کہتا ہے یہ اسی کی ذات ہے جو انسانوں کی پکار سنتی اور ان کی دعائیں قبول کرتی ہے پس اگر تم نے اپنی دعاؤں اور طلبگاریوں میں کسی دوسری ہستی کو بھی شریک کرلیا تو گویا تم نے اسے خدا کی خدائی میں شریک کر لیا وہ کہتا ہے دعا، استعانت، رکوع، سجود، عجز و نیاز، اعتماد و توکل اور اسی طرح کے تمام عبادات گزارانہ اور نیاز مندانہ اعمال وہ اعمال ہیں جو خدا اور اس کے بندوں کا باہمی رشتہ قائم کرتے ہیں۔ پس اگر ان اعمال میں تم نے کسی دوسری ہستی کو بھی شریک کرلیا تو خدا کے رشتہ معبودیت کی یگانگی باقی نہ رہی۔ اسی طرح عظمتوں، کبریائیوں، کارسازیوں اور بے نیازیوں کا جو اعتقاد تمہارے اندر خدا کی ہستی کا تصور پیدا کرتا ہے وہ صرف خدا کے لیے مخصوص ہونا چاہیے اگر تم نے ایسا ہی اعتقاد کسی دوسری ہستی کے لیے بھی پیدا کرلیا تو تم نے اس کو خدا کا ند (شریک) ٹھہرا لیا۔ اور توحید کا اعتقاد درہم برہم ہو گیا یہی وجہ ہے کہ یہاں اس آیت شریفہ میں یہی تلقین کی گئی ہے اس میں اوّل تو عبادت کے ساتھ استعانت کا بھی ذکر کیا گیا پھر دونوں جگہ مفعول کو مقدم کیا جو حصر ہے یعنی صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اس کے علاوہ تمام قرآن میں اس کثرت کے ساتھ توحید فی الصفات اور ردّ اشراک پر زور دیا گیا ہے کہ شاید ہی کوئی سورت بلکہ کوئی صفحہ اس سے خالی ہو۔

مقام نبوّت کی حد بندی

سب سے زیادہ اہم مسئلہ مقام نبوت کی حد بندی کا تھا، یعنی معلّم کی شخصیت کو اس کی اصلی جگہ میں محدود کر دینا تاکہ شخصیت پرستی کا ہمیشہ کے لیے سدّباب ہوجائے اسلام نے اسی تعلیم کا بنیادی کلمہ جو قرار دیا ہے وہ سب کو معلوم ہے کہ اَشۡهَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ۔ یعنی میں اقرار کرتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اس اقرار میں جس طرح خدا کی توحید کا اعتراف کیا گیا ہے ٹھیک اسی طرح پیغمبر اسلام کی بندگی اور درجہ رسالت کا بھی اعتراف ہے۔ غور کرنا چاہیے کہ ایسا کیوں کیا گیا صرف اس لیے کہ پیغمبر اسلام کی بندگی اور درجہ رسالت کا اعتقاد اسلام کی اصل و اساس بن جائے اور اس کا کوئی موقع ہی باقی نہ رہے کہ عبدیت کی جگہ معبودیت کا اور رسالت کی جگہ اوتار کا تخیل پیدا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ اس معاملہ کا تحفظ اور کیا کیا جا سکتا تھا کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خدا کی توحید کی طرح پیغمبر اسلام کی بندگی کا بھی اقرار نہ کرے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں میں بہت سے اختلافات پیدا ہوئے لیکن ان کی شخصیت کے بارے میں کبھی کوئی سوال پیدا نہیں ہوا ابھی ان کی وفات پر چند گھنٹے بھی نہیں گذرے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے برسر منبر اعلان کر دیا تھا۔

مَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ يَعۡبُدُ مُحَمَّدًا فَقَدۡ مَاتَ وَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ يَعۡبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَا يَمُوۡتُ (بخاری)

جو کوئی تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا سو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور جو کوئی تم میں سے اللہ کی پرستش کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی ذات ہمیشہ زندہ ہے اس کے لیے موت نہیں۔

صفات رحمت و جمال کے لحاظ سے بھی قرآن کے تصور پر نظر ڈالی جائے تو اس کی شان تکمیل نمایاں ہے، نزول قرآن کے وقت یہودی تصور میں قہر و غضب کا عنصر غالب تھا۔ مجوسی تصور نے نور و ظلمت کی دو مساوی نہ قوتیں الگ الگ بنا رکھی تھیں، مسیحی تصور نے رحم و محبت پر زور دیا تھا۔ لیکن جزا کی حقیقت مستور ہو گئی تھی اسی طرح پیروان بدھ نے بھی صرف محبت و رحم پر زور دیا عدالت نمایاں نہیں ہوئی۔ گویا رحمت و جمال کا تعلق ہے یا تو قہر و غضب کا عنصر غالب تھا یا مساوی تھا یا رحمت و محبت آئی تھی تو اس طرح آئی تھی کہ عدالت کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں رہی تھی۔

لیکن قرآن نے ایک طرف تو رحمت و جمال کا ایسا کامل تصور پیدا کر دیا کہ قہر و غضب کے لیے کوئی جگہ ہی نہ رہی دوسری طرف جزائے عمل کا سر رشتہ بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا کیونکہ جزا کا اعتقاد قہر و غضب کی بنا پر نہیں بلکہ عدالت کی بنا پر قائم کر دیا۔ چنانچہ صفات الٰہی کے بارے میں اس کا عام اعلان یہ ہے:

(۳) قُلِ ادۡعُوا اللّٰهَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدۡعُوۡا فَلَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۚ (پ ۱۵، ع ۱۲)

اے پیغمبر ان سے کہہ دو تم خدا کو اللہ کے نام سے پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس صفت سے بھی پکارو اس کی ساری صفتیں حسن و خوبی کی صفتیں ہیں۔

حدیث: بروایت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدائے قدوس فرماتا ہے اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جس شخص کو میں عنایت کروں لہٰذا مجھ سے کھانا طلب کرو

میں تم کو کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو لیکن جس کو میں پوشش عطا کروں تم مجھ سے لباس طلب کرو، میں تم کو عطا کروں گا۔ اے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو، میں بخشتا ہوں لہٰذا تم مجھ سے بخشش طلب کرو میں بخشوں گا۔ اے بندو! نہ تم کو یہ طاقت ہے کہ تم مجھ کو نفع دو اور نہ تم کو یہ طاقت ہے کہ مجھ کو ضرر پہنچاؤ۔ اے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے اور انس و جن سب کے سب ایک متقی دل کی طرح ہو جائیں تب میری ملکیت میں کچھ زیادتی نہیں کر سکتے نہ ہی اس کے برعکس اگر تم سب مل کر ایک مقام پر جمع ہو کر سوال کریں تو میں سب کا

سوال پیدا کروں اور میرے پاس سے اتنا بھی کم نہ ہو جتنا ایک قطرہ دریا میں سے نکال لیا جاتے۔

اے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جو تم کو بتلائے جاتے ہیں۔ پھر میں ان کی جزا پوری دیتا ہوں۔

(۳) ترجمہ:۔ میں جو ہوں اللہ ہوں، کسی کی بندگی نہیں میرے سوا۔ سو میری بندگی کر اور نماز قائم رکھ (پ ۱۶ ع ۱۰)

اس آیت میں خالص توحید اور ہر قسم کی بدنی و مالی عبادت کا حکم دیا۔ نماز چونکہ اہم العبادات تھی اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا۔ اور اس پر بھی متنبہ فرما دیا گیا کہ نماز سے مقصود اعظم خدا تعالیٰ کی یادگاری ہے، گویا نماز سے غافل ہونا، خدا کی یاد سے غافل ہونا ہے اور ذکر اللہ کے متعلق دوسری جگہ فرما دیا۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ، یعنی کبھی بھول چوک ہو جائے تو جب یاد آ جائے اسے یاد کرو یہی حکم نماز کا ہے کہ وقت پر غفلت و نسیان ہو جائے تو یاد آنے پر قضا کرے۔

(۴) وَاتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَّا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا ۝ (پ ۱۸ ع ۱۶)

اور لوگوں نے پکڑ رکھے ہیں اس سے ورے کتنے حاکم جو نہیں بناتے کچھ چیز اور وہ خود بنائے گئے ہیں اور نہیں مالک اپنے حق میں برے کے اور نہ بھلے کے اور نہیں مالک مرنے کے اور جینے کے اور نہ جی اٹھنے کے۔

تشریح:۔ کس قدر ظلم اور تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ ایسے قادر مطلق، مالک الکل حکیم علی الاطلاق کی زبردست ہستی کو کافی نہ سمجھ کر دوسرے معبود اور حاکم تجویز کر لیے جائیں جو گویا خدا کی حکومت میں حصہ دار ہیں۔ حالانکہ ان بیچاروں کا خود اپنا وجود بھی اپنے گھر کا نہیں نہ وہ ایک ذرہ کے پیدا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں نہ مارنا، جلانا ان کے قبضہ میں ہے نہ اپنے مستقل اختیار سے کسی کو ادنیٰ ترین نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں بلکہ خود اپنی ذات کے لیے بھی ذرہ برابر فائدہ حاصل کرنے یا نقصان سے محفوظ رہنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ ایسی عاجز و مجبور ہستیوں کو خدا کا شریک ٹھہرانا کس قدر سفاہت اور بے سمجھی ہے۔

(۵) إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ (پ ۲۰، ع ۳)

ترجمہ:۔ مجھ کو یہی حکم ہے کہ بندگی کروں اس شہر کے مالک کی، جس نے اس کو حرمت دی اور اسی کی ہے ہر ایک چیز اور مجھ سے حکم ہے کہ رہوں حکم برداروں میں۔

(۶) إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَ اشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ (پ ۲۰ ع ۱۲)

ترجمہ:۔ بیشک تم جن کو پوجتے ہو اللہ کے سوا وہ مالک نہیں ہیں تمہاری روزی کے سو تم ڈھونڈو اللہ کے یہاں روزی اور اسی کی بندگی کرو، اور اس کا حق مانو اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں اکثر خلق روزی کے پیچھے ایمان دیتی ہے سو جان رکھو کہ اللہ کے سوا روزی کوئی نہیں دیتا۔ وہی دیتا ہے اپنی خوشی کے موافق، لہذا اسی کی بندگی کرو۔ وہیں تم کو لوٹ کر جانا ہے آخر اس وقت تم کیا منہ دکھاؤ گے۔

(۷) وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ (پ ۲۳، ع ۱)

أَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِ آلِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنقِذُونِ ۝ إِنِّي إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (پ ۲۳ ع ۱)

ترجمہ: اور مجھ کو کیا ہوا کہ میں بندگی نہ کروں، اس کی جس نے مجھ کو بنایا اور اسی کی طرف سب پھر کر جاؤ گے۔"

"بھلا میں پکڑوں اس کے سوا اوروں کو پوجنا کہ اگر مجھ پر چاہے رحمن تکلیف تو کچھ کام نہ آئے مجھ کو ان کی سفارش اور نہ وہ مجھ کو چھڑائیں تو تو میں بھٹکتا رہوں صریح۔"

کس قدر صریح گمراہی ہے کہ اس مہربان قادر مطلق پروردگار کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے جو خدا کی بھیجی ہوئی کسی تکلیف سے نہ بذات خود چھڑا سکیں نہ سفارش کر کے نجات دلا سکیں۔

(۸) سو بندگی کر اللہ کی خالص کر۔ اس کے واسطے بندگی۔ سنتا ہے؟ اللہ ہی کے لیے ہے بندگی خالص اور جنہوں نے پکڑ رکھے ہیں اس کے ورے حمایتی کہ ہم تم کو پوجتے ہیں اس واسطے کہ ہم کو پہنچا دیں اللہ کی طرف قریب کے درجہ میں بے شک اللہ فیصلہ کرے گا ان میں جس چیز میں وہ جھگڑ رہے ہیں (پ ۲۳ ع ۱۵)

تشریح:۔ حسب معمول اللہ کی بندگی کرتے رہیے جو شوائب شرک و ریا وغیرہ سے پاک ہو اسی کی طرف قولاً و فعلاً لوگوں کو دعوت دیجئے اور اعلان کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اسی بندگی کو قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لیے ہو۔ عمل خالی از اخلاص کی اللہ کے ہاں کچھ پوچھ نہیں۔ عموماً مشرک لوگ یہی کہا کرتے ہیں کہ ان چھوٹے خداؤں اور دیوتاؤں کی پرستش کر کے ہم بڑے خدا کے نزدیک ہو جائیں گے، اور وہ ہم پر مہربانی کرے گا جس سے ہمارے کام بن جائیں گے۔ اس کا جواب دیا کہ ان لچر پوچ حیلوں سے توحید خالص میں جو جھگڑے ڈال رہے ہو اور اہل حق سے اختلاف کر رہے ہو اس کا عملی فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگے چل کر ہو جائیگا۔

(۹) وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلْ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝ (پ ۲۴ ع ۱۱)

ترجمہ:۔ اور جو تو ان سے پوچھے کس نے بنائے آسمان اور زمین؟ تو کہیں اللہ نے۔ تو کہہ بھلا دیکھو تو جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے اگر چاہے اللہ مجھ پر کچھ تکلیف۔ تو وہ ایسے ہیں کہ کھول دیں تکلیف اس کی ڈالی ہوئی۔ وہ چاہے مہربانی مجھ پر تو وہ ایسے ہیں کہ روک دیں اس کی مہربانی تو کہہ مجھ کو بس ہے اللہ اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں، بھروسہ رکھنے والے۔

ایک طرف تو خداوند قدوس جو خود تمہارے اقرار کے موافق تمام زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور دوسری طرف پتھر کی بے جان مورتیں یا عاجز مخلوق جو سب مل کر بھی خدا کی بھیجی ہوئی ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف و راحت کو اس کی جگہ سے نہ ہٹا سکے تم ہی بتاؤ، دونوں میں سے کس پر بھروسہ کیا جائے اور کس کو اپنی مدد کے لیے کافی سمجھا جائے۔

(۱۰) قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِّي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ۝ (پ ۲۴ ع ۴)

تو کہہ اب اللہ کے سوا کسی کو بتلاتے ہو کہ پوجوں اے نادانو"

انتہائی نادانی اور حماقت و جہالت یہ ہے کہ آدمی خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرے اور پیغمبر خدا سے یہ طمع رکھے کہ وہ اس کے راستہ پر آ جائیں گے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دیوتاؤں کی پرستش کی طرف بلایا تھا اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

(۱۱) وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (پ ۲۴ ع ۱۱)

اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو بے شک جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری بندگی سے اب داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر۔

میری ہی بندگی کرو کہ اس کی جزا دوں گا اور مجھ ہی سے مانگو کہ تمہارا مانگنا ضرور ہے اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ بندوں کی پکار کو پہنچتا ہے یہ بات تو بیشک برحق ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر بندے کی ہر دعا قبول کیا کرے، یعنی جو مانگے وہی چیز دیدے، اس کی اجابت کے بہت سے رنگ ہیں جو احادیث میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ کوئی چیز دینا اس کی مشیت پر موقوف اور حکمت کے تابع ہے بہر حال بندہ کا کام ہے مانگنا اور یہ مانگنا خود ایک عبادت بلکہ مغز عبادت ہے۔

(۱۲) وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن

دُوْنِہِ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنْ شَہِدَ بِالْحَقِّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَّنْ خَلَقَھُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ فَاَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ۔ (پ ۲۵ - ع ۱۳)

ترجمہ:۔ اور اختیار نہیں رکھتے وہ لوگ جن کو پکارتے سفارش کا مگر جس نے گواہی دی سچی اور ان کی خبر تھی اور اگر تو ان سے پوچھے کہ ان کو کس نے بنایا تو کہیں گے اللہ نے، پھر کہاں سے الٹ جاتے ہیں، یعنی اتنی سفارش کر سکتے ہیں کہ جس نے علم کے موافق کلمہ اسلام کہا اس کی گواہی دی بغیر کلمہ اسلام کسی کے حق میں ایک حرف سفارش کا نہیں کہہ سکتے، اور اتنی سفارش بھی صالحین کریں گے جو سچائی کو جانتے اور اس کو زبان و دل سے مانتے ہیں۔ دوسروں کو اجازت نہیں جب بنانے والا ایک اللہ ہے تو بندگی کا مستحق کوئی دوسرا کیوں کر ہو گیا۔ عبادت نام ہے انتہائی تذلل کا وہ اسی کا حق ہونا چاہیئے جو انتہائی عظمت رکھتا ہے، عجیب بات ہے مقدمات کو تسلیم کرتے ہیں اور نتیجہ سے انکار؟

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ایک روز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا آپ نے مجھ سے فرمایا لڑکے! تم خدا کے حقوق کی نگہداشت رکھو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نگہداشت کرے گا، تم اللہ سے امداد چاہو یہ بھی سمجھ لو کہ اگر تمام مخلوق تمہارے کسی نفع کے واسطے جمع ہو تو کسی قسم کا نفع نہیں پہنچا سکتی ہاں اتنا پہنچائے گی جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے مقرر کر رکھا ہو گا اگر تم کو کسی قسم کے ضرر دینے پر مخلوق کا اجتماع ہو جائے تو اللہ نے تحریر کر دیا ہے اتنا ہی ضرر پہنچائے گی۔

تقدیم عبادت کی وجوہات

۱- گویا نمازی کی التجا ہے کہ خداوندا، اس نے عبادت تو شروع کر دی مگر اتمام کی توفیق مجھے عنایت فرما (۲) گویا نمازی کی التجا ہے کہ خداوندا! میں نے اپنے وجود کو تیری عبادت میں حاضر کر دیا مگر میرا دل مضطر حضوری سے محروم اور میرے قابو سے باہر ہے لہذا اس حضوری قلب کے لیے تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں، کیونکہ تمام کائنات کے دل تیری دو انگلیوں کے درمیان ہیں تو جدھر چاہے پھیر دے (۳) عبادت مطلوب ہوتی ہے لہذا اس کا مقام ہوتا بھی اولیٰ ہے (۴) عبادت کا تعلق جزا سے ہے اور استعانت کا تعلق ہدایت سے لہذا اول کو دل کے قریب اور ثانی کو ثانی کے قریب رکھا گیا، (۵) ایاک نستعین کو موخر کرنے سے آیت کا قافیہ ٹھیک بیٹھ جاتا ہے (۶) گویا نمازی کی التجا ہے کہ خداوندا! میں تیری عبادت شروع کر بیٹھا ہوں مگر اس میں تیرے سوا کسی کی امداد نہیں چاہتا بلکہ میں اس معاملہ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اقتدا کرتا ہوں۔

بعض عارفین فرماتے ہیں ایاک نستعین سے مراد طلب معائنہ ہے۔ کہ خداوندا عبادت ہمارا کام اور رتبہ معائنہ عنایت کر کے منصب عین الیقین پر پہنچانا تیرا کام ہے۔ سفیان ثوریؒ شام کی نماز میں ایاک نستعین پر پہنچے تو غش کھا کر گر پڑے ہوش آنے پر فرمانے لگے میں ڈر گیا شاید مجھے یوں نہ کہا جائے کہ اے دروغ گو بیماری کے وقت طبیب کے پاس کیوں جاتا ہے؟

(۱۳) اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ۔ (پ ۱۴ ع ۸)

ترجمہ:۔ بھلا جو پیدا کرے برابر ہے اس کے جو کچھ نہ پیدا کرے کیا تم سوچتے نہیں اور اگر تم شمار کرو اللہ کی نعمتوں کو نہ پورا کر سکو گے ان کو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح:۔ سوچنا چاہیئے یہ کس قدر حماقت ہے۔ کہ جو چیزیں ایک مکھی کا پر اور مچھر کی ٹانگ بلکہ ایک جو کا دانہ یا ریت کا ذرہ پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں انھیں معبود و مستعان بنا کر خداوند قدوس کے برابر کر دیا جائے جو مذکورہ بالا عجیب و غریب مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور ان کے محکم نظام کو قائم رکھنے والا ہے اس گستاخی کو دیکھو اور خدا کے انعامات کا خیال کرو۔ حقیقت میں انسان بڑا ہی ناشکرا ہے جو نعمتیں اس سے پہلے آیات میں بیان ہوئی ہیں، وہ مشتے نمونہ از خروارے تھیں، باقی خدا کی نعمتیں تو اس قدر ہیں جن کا تم کسی طرح شمار نہیں کر سکتے اور بے شمار نعمتوں کا شکر پوری طرح کس سے ادا ہو سکتا تھا لہذا ادائے شکر میں جو کوتاہی رہ جاتی ہے خدا اس سے درگذر کرتا اور تھوڑے سے شکر پر بہت سا اجر عطا فرماتا ہے یا یہ کہ کفران نعمت کے بعد جو شخص توبہ کر کے شکر گذار بن جائے حق تعالیٰ اس کی پچھلی کوتاہیوں کو بخشتا اور آئندہ کے لیے رحمت مبذول فرماتا ہے بلکہ ناشکری کی حالت میں بھی اپنی رحمت واسعہ سے اس کو بالکل محروم نہیں کرتا ہزاروں طرح کی نعمتیں دنیا میں فائز کرتا رہتا ہے۔

(۱۴) وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ۔ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ۔ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (پ ۱۴ ع ۸-۹)

ترجمہ:۔ اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں۔ مُردے ہیں جن میں جان نہیں اور نہیں جانتے کب اٹھائے جائیں گے۔ معبود تمہارا معبود ہے اکیلا۔

خدا تو وہ ہے جس کے عظیم الشان اور غیر محصور انعامات کا اوپر تذکرہ ہوا اب مشرکین کی حماقت ملاحظہ ہو۔ کہ ایسے عالم الکل اور خالق الکل خدا کا شریک ان چیزوں کو ٹھہرا دیا جو ایک گھاس کا تنکا نہیں پیدا کر سکتیں بلکہ خود ان کا وجود بھی خدا کا پیدا کیا ہوا ہے جن چیزوں کو خدا کے سوا پوجتے ہیں۔ سب مردہ و بے جان ہیں۔ خواہ دوامًا مثلًا بت، یا فی الحال مثلًا جو بزرگ مر چکے اور ان کی پوجا کی جاتی ہے یا انجام و مآل کے اعتبار سے مردہ ہیں۔ مثلًا حضرت مسیح، روح القدس اور ملائکۃ اللہ جن کے بعض فرقے پرستش کرتے تھے بلکہ جن کو بعض ممسوخ الفطرت پوجتے ہیں۔ سب پر ایک وقت موت طاری ہونے والی ہے پس جس چیز کا وجود دوسرے کا عطا کیا ہوا ہو اور وہ عیب جلد چھین لے اسے خدا کس طرح کہہ سکتے ہیں یا عبادت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ عجیب خدا ہیں جنہیں کچھ خبر نہیں کہ قیامت کب آئے گی، اور وہ خود یا ان کے پرستار کب حساب و کتاب کے لیے اٹھائے جائیں گے۔ ایسی بے جان اور بے خبر ہستیوں کو خدا بتلانا انتہا درجہ کی حماقت اور جہل ہے۔

(۱۵) لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (پ ۲۵ ع ۳)

ترجمہ:۔ نہیں اس کی (اللہ) طرح کا سا کوئی

یعنی نہ ذات میں اس کا کوئی مماثل ہے نہ صفات میں، نہ اس کے احکام اور فیصلوں کی طرح کسی کا حکم اور فیصلہ ہے نہ اس کے دین کی طرح کوئی دین ہے نہ اس کا کوئی جوڑا ہے نہ ہمسر نہ ہم جنس۔

قرآن خدا تعالیٰ کی نسبت فردًا فردًا تمام صفات و افعال کا اثبات کرتا ہے مگر ساتھ ہی مشابہت کی قطعی نفی بھی کرتا جاتا ہے وہ کہتا ہے خدا حسن و خوبی کی ان صفات سے جو انسانی فکر میں آسکتی ہیں متصف ہے وہ زندہ ہے، قدرت والا ہے، پالنے والا ہے، رحمت والا ہے، دیکھنے والا ہے، سننے والا ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور پھر اتنا ہی نہیں بلکہ انسانی کی بول چال میں۔

قدرت و اختیار اور ارادہ و فعل کی جتنی شائستہ تعبیرات ہیں انھیں بھی بلا تامل استعمال کرتا ہے لیکن یہ بھی صاف کہہ دیتا ہے کہ وہ عدیم المثال ہے اس سے مشابہ کوئی چیز نہیں، اس کا زندہ ہونا ہمارے زندہ ہونے کی طرح نہیں ہو سکتا اس کی پروردگاری ہماری پروردگاری کی طرح نہیں ہو سکتی۔ اس کا دیکھنا، سننا، جاننا ویسا نہیں ہو سکتا جس طرح کے دیکھنے، سننے اور جاننے کا ہم تصور کر سکتے ہیں۔

بقیہ: خطبہ جمعہ

ابھی یہیں ہوگا۔ دوسری بار جب صور اسرافیل پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے یہاں مدفون لوگ اٹھنا شروع ہوں گے اور دیکھتے ہی دیکھتے زمین کے اطراف و اکناف تک دنیا زندہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوگی اور شاید وہ وسعتیں بھی سامنے آجائیں۔ جو ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔

بہرحال بیت اللہ شریف مرکز عبادت مقام ہدایت اور نشان ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاحب استطاعت ہر مسلمان پر حج فرض کیا "حج" امت مسلمہ کے قوموں، نسلوں، رنگتوں، زبانوں اور ثقافتوں کے اختلاف سے بالاتر اتحاد کا عظیم مظاہرہ ہے۔

کاش! ملت اسلامیہ اپنی عبادت میں اصلیت و مرکزیت برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی قیادت و سیاست میں اجتماعیت و اتحاد بھی برقرار رکھ سکتی تو اسے آج اپنی عظمت رفتہ کے غم میں یہ آنسو نہ بہانے پڑتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں باہمی رنجشیں بھلا کر متحد و متفق ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام مسلمانوں کو اپنی حاضری کی سعادت بخشے۔

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لیے مطبوعات کی دو جلدیں ارسال کرنا ضروری ہیں !!!

درد اور دوا

مصنف : شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مدظلہ
ناشر : مکتبہ زکریا ۔ شہزادی بلڈنگ
متصل جامع مسجد، عالمگیر مارکیٹ، لاہور
قیمت : ایک روپے پچاس پیسے

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری مدظلہ العالی نے جب "الاعتدال فی مراتب الرجال" نامی معرکہ آراء کتاب شائع فرمائی تو ان دنوں بعض سوالات بڑی شدت کے ساتھ اٹھے ان میں سے ایک تھا۔ کہ "مسلمان تباہ ہوتے جا رہے ہیں۔ آخر ان کو کیا کرنا چاہیے؟

اس اہم سوال کے جواب میں حضرت شیخ نے جو مضمون تحریر فرمایا تھا اسے مکتبہ زکریا نے درد اور دوا کے نام سے شائع کیا ہے۔ مضمون کی افادیت اور اس مسئلہ کی اہمیت ایسی ہے کہ اسے ہر شخص کے مطالعہ میں آنا چاہیے۔

کاش اس کتابچے کا نام "مسلمانوں کے زوال اور تباہی کا علاج" رکھا جاتا تاکہ لوگ اس کے مطالعہ کی طرف جلد متوجہ ہو سکتے۔ بہر نوع موجودہ حالات میں اس کتاب کا مطالعہ نہایت ہی مفید اور اصلاح احوال کے لیے مؤثر علاج کا موجب ہو سکتا۔

تقاریر مجاہد ملت

مولانا محمد علی جالندھری رح

ترتیب : مولانا سید منظور احمد شاہ کہروڑی
قیمت : دو روپے
ملنے کا پتہ : خالد طارق، سید برادران
خانقاہ مخدوم علامہ موسیٰ کہروڑ پکا ضلع ملتان

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت، ان کے علم و فضل، فکر و تدبر، مجاہدہ و ریاضت، تبلیغ دین اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ان کی مسلسل جدوجہد اور شبانہ روز محنت ایک ضرب المثل بن گئی تھی۔

مولانا محمد علی جالندھری رح کی تقریر معلومات افزا اور استدلال کا مجموعہ ہوتی۔ قدرت نے افہام و تفہیم اور تاثیر کے جن اوصاف اور محاسن سے آپ کو نوازا تھا وہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں ہی پائے جاتے ہیں۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی چار معرکہ آراء تقاریر بعنوان (۱) تحریک ختم نبوت اور مسئلہ مرزائیت (۲) دفاع پاکستان (۳) اسلام اور کمیونزم (۴) عقیدۂ توحید کتابی صورت میں شائع کرنے کی سعادت ملک کے معروف خطیب مولانا سید منظور احمد شاہ کہروڑی کو نصیب ہوئی ہے۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ خطباء اور مقررین حضرات ہر وقت زیر مطالعہ رکھیں۔ اور اپنی تقاریر میں حسب ضرورت اس کے حوالہ جات عوام کے سامنے پیش کریں۔

کتاب خوبصورت انداز میں شائع کی گئی ہے سرورق رنگین قیمت بھی مناسب ہے۔

دُرِّ یزدانی

مؤلف : مولانا الحاج عبدالمجید شاکر چغتائی
خطیب جامع مسجد کہروڑ پکا ضلع ملتان

دُرِّ یزدانی شرح اسماء رحمانی کے عنوان سے یہ کتاب معلومات افزا ہے۔ تعویذات اور وظائف کے لیے مفید ہے۔ کتاب کا پیش لفظ مولانا عبدالشکور دینپوری نے لکھا ہے اور ابتدائی رائے مولانا عنایت اللہ خطیب جامع مسجد گجرات نے۔

اسمائے رحمانی کی شرح نئے انداز میں کی گئی ہے۔ کتاب کی قیمت دو روپے ہے۔

بقیہ :- میوات میں تبلیغ اسلام

حاضری ایسا دینی سلیقہ اور ادب پیدا کر دیتی ہے جو دینی مدارس کے طلبہ اور خانقاہوں کے اہل ارادت میں بھی کم دیکھا جاتا ہے وہ دین کو چونکہ اس کے بالکل فطری اور زندہ طریق پر حاصل کرتے ہیں اس لیے ان کی دینداری غیر متوازن اور غیر متناسب نہیں ہوتی کہ ان کے عبادات کا پہلو بالکل مکمل ہو اور اخلاق و معاملات کا پہلو بالکل ناقص ہو جائے ان میں ایک طرف ذوق عبادت اور روحانیت ہوتی ہے تو دوسری طرف جفاکشی، تحمل، مجاہدہ، تواضع، خدمت کا ذوق اور مجاہدانہ روح بھی ہوتی ہے۔

مشاہدات و تاثرات اس طریق کار کی مزید وضاحت کے لیے نیز اس کی عملی شکل سمجھنے اور اس کا کچھ اندازہ لگانے کے لیے یہاں چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ راقم سطور نے ماہ ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ (جنوری ۱۹۴۰ء) میں پہلی مرتبہ اس علاقہ (میوات) کا سفر کیا تھا اور واپسی پر اپنے مشاہدات اور تاثرات کو قلم بند کر لیا تھا، میواتی مبلغین کی جو گفتگو منقول ہے وہ اسی وقت حتی الامکان انہیں کے لفظوں میں منضبط کر لی گئی تھی۔ عصر آخر ہماری موٹر گوڑگانواں پہونچی اور ہم کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ جماعتیں ابھی پہونچی ہیں۔ ہماری آمد سن کر جماعت کے اشخاص موٹر تک آئے ہمارا سامان بڑی خوشی سے اتارا اور نہایت محبت اور بے انتہا مسرت کے ساتھ ہم سے مصافحہ کیا۔

(باقی آئندہ)



رپورٹ: قاضی محمد اشرف

دو ماہ کے لیے ضلع بہاولنگر میں
عبدالمتین چوہدری کے داخلہ پر پابندی!

کامیابیاں

محمد ارشد شاہ بخاری
صادق عباس کالج کے صدر منتخب ہوگئے

احمد پور شرقیہ۔ جمعیتہ طلبہ اسلام نے گورنمنٹ صادق عباس کالج میں سٹوڈنٹس یونین کے انتخابات میں حصہ لیا جمعیتہ کے امیدوار محمد ارشد شاہ بخاری این۔ ایس۔ ایف کے امتیاز علی کو شکست دے کر صدر منتخب ہوگئے۔

ساہیوال۔ گورنمنٹ کالج ساہیوال میں قاری خالد صدیقی مجلس علوم اسلامیہ کے کلاس نمائندہ منتخب ہوگئے ہیں۔ انہوں نے اسلامی جمعیت طلبہ اور سوشلسٹوں کو شکست دے کر بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی ہے۔

مظفر گڑھ۔ گورنمنٹ کالج ساہیوال میں محمد حنیف سال دوم اپنے مخالفوں کے مقابلے میں بھاری اکثریت سے گروپ نمائندہ چن لیے گئے۔

مظفر گڑھ۔ جمعیتہ طلبہ اسلام کے رکن محمد ارشد گورنمنٹ کالج مظفر گڑھ میں شاندار کامیابی حاصل کر کے فرسٹ ایر کے سی۔ آر منتخب ہوگئے ہیں۔

واہ۔ جمعیتہ طلبہ اسلام کے سرگرم کارکن آفتاب احمد نے سال اول کے لیے انتخاب لڑا اور اپنے مد مقابل کو عبرت ناک شکست دے کر کامیاب ہوگئے۔

بیانات

صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چل کر ہی کامیابی ہو سکتی ہے

حافظ آباد۔ جمعیتہ طلبہ اسلام کے صدر عبدالمجید عاصم نے ہفتہ وار اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چل کر ہی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور ملک کی سلامتی بھی اسی میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ صحابہ کرامؓ بڑی عظمتوں کے مالک تھے۔ صحابہؓ پر تنقید نبیؐ پر تنقید ہے، ان سے دشمنی نبیؐ سے دشمنی ہے اور نبیؐ سے دشمنی اللہ سے دشمنی کے مترادف ہے۔

نئی پود کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے

مری۔ قاری محمد اسد اللہ عباسی کی صدارت میں جمعیتہ طلبہ اسلام کا اجلاس منعقد ہوا۔ انہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ جب تک نئی پود کو اسلامی تعلیم سے روشناس کرایا جانا وقت کا اہم تقاضا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت کالجوں اور یونیورسٹیوں میں فوری طور پر تعلیمی نصاب کو اسلامی سانچے میں ڈھالے۔

موجودہ نظام تعلیم فرسودہ اور بے معنی ہے

سرگودھا۔ مولانا سید فضل الرحمٰن شاہ صاحب کی صدارت میں جمعیتہ طلبہ اسلام کا اجلاس منعقد ہوا۔ انہوں نے اجلاس کے آخر میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ دور حاضر میں طلبہ پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ہماری نوجوان نسل کو میدان عمل میں نکلنا چاہیے اور اسلامی معاشرے کے قیام اور ملک کی تعمیر نو میں بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ آج ہماری قوم میں محمد بن قاسم اور خالد بن ولید جیسے سپوت پیدا ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ نوجوانوں کے اخلاق و کردار کو بلند کرنے کی طرف توجہ دی جائے اور ان کی تربیت اسلامی تعلیمات کے مطابق کی جائے۔

انہوں نے کہا کہ ہماری نئی نسل کو سینما بینی اور فحش لٹریچر نے تباہ کرنے کے بعد مغربیت کی طرف مائل کر دیا ہے۔ ہماری نئی نسل اسلام سے دور ہوتی جا رہی ہے اور یہی ہماری سب سے بڑی بد قسمتی ہے۔ ہمارا نظام تعلیم فرسودہ، ناقص اور بے معنی ہے۔ اور اس لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کو یکسر تبدیل کرنے کی اشد ضرورت ہے جو کہ انگریز جاتے ہوئے ہمیں دے گیا تھا۔ اس لیے ملک میں اسلامی نظام تعلیم رائج کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نوجوانوں کو اپنے آپ کو قوم کے لیے وقف کر دینا چاہیے۔

جمعیتہ طلبہ اسلام صوبہ پنجاب کے ناظم اعلیٰ عبدالمتین چوہدری کے ضلع بہاولنگر میں داخلہ پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ایچ۔ آر۔ پاشا نے دو ماہ کے لیے پابندی لگا دی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ آپ کی گزشتہ تقاریر انتہائی اشتعال انگیز تھیں۔ اس لیے دفعہ ۵ ایف پاکستان فیٹیس آرڈی ننس ۱۹۶۰ء کے تحت پابندی لگائی گئی ہے۔

طلبہ پوری تندہی سے جماعتی پروگرام کو پھیلائیں

بھکر۔ جمعیتہ طلبہ اسلام بھکر کے صدر قاضی جمشید عالم صدیقی کی صدارت میں ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کی کارروائی تلاوت کلام پاک سے شروع کی گئی۔ قاضی جمشید عالم نے طلبہ پر زور دیا کہ وہ پوری تندہی سے جماعتی پروگرام کو پھیلائیں۔ یہ توقع رکھنا بے جا ہے کہ دین سے بے بہرہ لوگ ملک میں اسلامی نظام تعلیم رائج کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ آج ہمارے ملکی وقار کو جو زبردست دھچکا لگا ہے اور ہمارے ملک کا ایک حصہ ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ صرف اسلامی نظام سے روگردانی ہے ہم تہذیب و تمدن، جغرافیائی، لسانی اور رنگ و نسل کے لحاظ سے ان سے مختلف تھے۔ لیکن اسلام ہم دونوں میں مشترک تھا۔ اگر قیام پاکستان کے وقت سے اسلامی نظام رائج ہو جاتا تو یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔

ٹی پارٹیاں

ساہیوال۔ جمعیتہ طلبہ اسلام کے رکن اور گورنمنٹ کالج ساہیوال کے جنرل سیکرٹری غلام فرید وٹو نے جمعیتہ طلبہ اسلام صوبہ پنجاب کے ناظم اعلیٰ عبدالمتین چوہدری کے اعزاز میں پارٹی دی۔ آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ سلطان آفتاب نے خطاب کیا۔ ان کے بعد مہمان خصوصی عبدالمتین چوہدری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سب لوگ مل جل کر کام کریں اور اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق برقرار رکھیں۔ آخر میں غلام فرید وٹو نے تقریر کی اور کہا کہ طلبہ ان سے تعاون کریں تاکہ مسائل حل ہوں۔ محمد عارف اور کالج کے صدر مسعود چوہدری نے بھی خطاب کیا۔

احمد پور شرقیہ۔ جمعیتہ طلبہ اسلام نے گورنمنٹ صادق عباس کالج کے نومنتخب صدر سید محمد ارشاد شاہ بخاری کے اعزاز میں ٹی پارٹی دی۔ اس موقعہ پر سید محمد ارشد بخاری نے تقریر کرتے ہوئے کہا میں آپ کی مخلصانہ کوششوں کی وجہ سے یہاں تک پہنچا ہوں۔ مجھے جمعیتہ کے اغراض و مقاصد سن کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ یہ ایک ایسی جماعت ہے کہ جو طلبہ کے لیے تعمیری ترقی کرنے کا عزم رکھتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں کالج میں فحش ڈرامے اور مخالف اسلام پروگرام نہیں ہونے دوں گا۔

مقابلہ مضمون نویسی

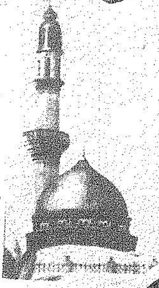
پاکستان قائم رہیگا

لائلپور۔ انجمن فلاح طلبہ پاکستان کے زیر اہتمام "پاکستان قائم رہیگا" کے موضوع پر مضمون نویسی کا دوسرا سالانہ مقابلہ ہوگا۔ جس میں ملک کا ہر طالب علم حصہ لے سکتا ہے۔ مضمون کاغذ کے ایک طرف اور خوشخط لکھا ہوا ہو مضمون کے ساتھ ایک پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھی ارسال کیے جائیں۔ مقابلہ میں اول، دوم اور سوم آنے والے طلبہ کو بالترتیب انجمن کی ایک خصوصی تقریب میں سونے، چاندی اور کانسی کے تمغے دیے جائیں گے اور انعامات تقسیم کیے جائیں گے ۱۵ جنوری ۱۹۷۲ء کے بعد موصول ہونے والے مضامین مقابلہ میں نہ ہوں گے۔ مضامین اس پتہ پر ارسال کریں:

انجمن فلاح طلبہ پاکستان، ۲۸۵/۶ ڈگلسپورہ، لائلپور

ادارہ خدام الدین لاہور کی ایک تاریخی پیشکش

داستانِ حیات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ



مدنی نمبر

حسب و نسب — تذکرہ اسلاف

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے خاندانی حالات اور اسلاف کے تذکرے

آسمان رشد و ہدایت کے درخشندہ ستارے

جنہوں نے گم کردہ راہ انسانوں کو صراط مستقیم پر گامزن کیا اور ظلمت کدۂ ہند میں زہد و تقویٰ، اور مجاہدہ و ریاضت کی شمعیں جلائیں۔

علم و فضل — تعلیم و تربیت

جلیل القدر اساتذہ اور عظیم المرتبہ علمی و دینی شخصیات

جن کی نگاہ کرم اور توجہ سے آپ علم و فضل کی رفعتوں اور بلندیوں سے سرفراز ہوئے

سیاست و قیادت

تحریک آزادی کے سلسلہ میں آپ کی عظیم الشان خدمات کا تذکرہ، جو برصغیر پاک و ہند بلکہ دنیا بھر کے مظلوم انسانوں اور محکوم قوموں کیلئے مشعل راہ ثابت ہوئیں۔

فرنگی سامراج کے ہولناک مظالم: دار و رسن، قید و بند اور اسارتِ مالٹا کے لرزہ خیز واقعات

مسئلہ قومیت و وطنیت: حضرت شیخ مدنیؒ اور علامہ اقبالؒ کے مابین ایک فکری و نظری عارضی اختلافات کا تحقیقی جائزہ، **نئی معلومات** — اقبال، طالوت خط و کتابت

اور پروفیسر یوسف سلیم چشتی کا **خصوصی مقالہ اور انٹرویو**

معاصرین

دینی و سیاسی رہنما — حضرت شیخ مدنیؒ کے ساتھ ان کے مراسم و تعلقات، **مختلف شخصیات کے خصوصی انٹرویو**

مخالفین

- حضرت مدنیؒ کے ساتھ فکر و نظر کا اختلاف رکھنے والوں کے اختلافات اور ان کا موقف،
- مختلف دینی، سیاسی اور قومی تحریکوں کے بارے میں حضرت مدنیؒ کے تاثرات،
- پاک و ہند کے معروف اہل قلم، اور نامور دینی و سیاسی شخصیات کے بلند پایہ مضامین،

- شعراء کرام کا نذرانۂ عقیدت
- معرکہ آرا تقاریر
- خطبات صدارت
- نادر خطوط کا عکس
- دارالعلوم دیوبند اور آپ کی رہائش گاہ کی تصاویر

- دین و سیاست • مجاہدہ و ریاضت
- جرأت و مردانگی • حق گوئی و بے باکی

کی ایک ناقابلِ فراموش تاریخی سرگذشت

قیمت
تین روپے پچاس پیسے

ایک ضخیم معلوماتی دستاویز • خوشنما کتابت و طباعت • سرورق قدیم آرٹ کا حسین مرقع

ناظم شعبہ اشاعت ہفت روزہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور